ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور

نگران اعلیٰ مفتی محمود

اسلامی اقدار کا نقیب

۲۱ جولائی ۷۸ء ۱۴ شعبان المعظم ۹۸ھ

21/29

پاکستان میں سبز انقلاب کب آئیگا؟

موجودہ حکومت کے بارے میں عوام کیا کہتے ہیں؟

خسارے کا بجٹ اور تلافی کی صورتیں۔

اسلام میں مسئلہ گرانی کا حل قسط ۲

علاوہ ازیں

ج ۲۱ ش ۲۹

کیا امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شخصیت ایک غیر مسلم کی شہادت سے مجروح کی جا سکتی ہے؟
حضرت صدیق اکبرؓ، قارئین کے خطوط اور شکایات، شہر شہر سے، طلباء کی ڈائری

دعا

سید سلمان گیلانی

شیخوپورہ

تو میرے قلب کا آئینہ کر دے صاف خدا
گناہ گار ہوں کر دے گنہ معاف خدا

تو اپنے مرہم رحمت سے ان کو پُر کر دے
پڑے ہوئے ہیں مرے دل میں جو شگاف خدا

تجھے قسم تری قدرت کی دے مجھے توفیق
کہ تیرے کعبے کا جا کر کروں طواف خدا

تو مجھ کو اپنے کرم سے وہاں سے لے جائے
لگاؤں آنکھوں سے کعبے کا میں غلاف خدا

مرے نصیب میں لکھ دے تو خاک طیبہ اگر
نہ لوں میں بدلے میں سونے کا کوہ قاف خدا

یہی ہے حسرت دل کاش جلد بر آئے
کروں نبی ﷺ کی میں مسجد میں اعتکاف خدا

چلانا چاہتا ہے مجھ کو اپنی مرضی پر
مجھے یہی ہے زمانے سے اختلاف خدا

ترے کرم کا ہے محتاج تیرا گیلانی
مجھے ہے اپنے گناہوں کا اعتراف خدا



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۲۹

جمعۃ المبارک ۲۱ جولائی ۷۸ء ۔ ۱۴ شعبان المعظم ۹۸

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام اعتادری

معاون
عمیرہ الہاشمی



سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
سہ ماہی ۱۱.۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا فیصلہ



کراچی میں پچھلے دنوں پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود کی صدارت میں قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ جنرل کونسل کے اجلاس سے قبل سیاسی حلقے قومی اتحاد کے مستقبل کے بارے میں مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ عام خیال یہی تھا کہ قومی اتحاد کے رہنما اس اجلاس میں تو تکار کے بعد علیحدہ ہو جائیں گے اور اس طرح سے اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اس سلسلہ میں جہاں برطانوی نشریاتی ادارہ بی۔ بی۔ سی ایک خاص رول ادا کر رہا تھا وہاں وہ جماعتیں جو تنہا پرواز کے شوق میں قومی اتحاد سے الگ ہوئی ہیں خاصی تگ و دو کر رہی تھیں اور کچھ اسی قسم کی آس لگائے بیٹھی تھیں۔

لیکن ان توقعات اور قیاس آرائیوں کے برعکس قومی اتحاد کی جنرل کونسل نے جو محتاط اور دور اندیشانہ فیصلہ کیا ہے اس سے ایک مرتبہ پھر قومی اتحاد کی ساکھ بحال ہونے کے امکانات روشن ہوئے ہیں اور عوام میں پھیلے ہوئے کرب اور بے چینی میں کافی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر قومی اتحاد کے رہنما گذشتہ سال کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے تمام تر فیصلے باہمی اعتماد اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے کرنا شروع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قومی اتحاد عوام کی امیدوں کا مرکز اور ان کی تمناؤں کی آماجگاہ نہ بن جائے۔

قومی اتحاد کی جنرل کونسل نے خاصہ صائب فیصلہ کیا ہے کہ قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود تنہا جنرل ضیاء الحق صاحب سے مذاکرات کریں اور مذاکرات کی بنیاد وہی خط ہو جو جنرل صاحب کو قومی اتحاد کے سربراہ کی طرف سے ارسال کیا گیا تھا۔ جنرل کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر مذاکرات کسی بھی وجہ سے کامیاب نہیں ہوتے اور پاکستان قومی اتحاد کے تعاون سے قومی حکومت نہیں بنتی تو مسلم لیگ بھی حکومت سے علیحدہ ہو جائے گی اور قومی اتحاد میں رہنے کو ترجیح دے گی۔

مسلم لیگ کی اسی یقین دہانی کو راست اقدام سے ہی تعبیر کیا جائے گا اگر یہ یقین دہانی کسی تحفظ ذہنی کے ساتھ کرائی گئی ہے اور اگر اس یقین دہانی میں دفع الوقتی کا جذبہ کارفرما ہے تو پھر اسے قوم کی بدقسمتی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس طرح سے مسلم لیگ سے یہ شرف تو کوئی نہیں چھین سکے گا کہ وہ پاکستان کی خالق جماعت ہے مگر پاکستان کی تعمیر و ترقی میں مسلم لیگ کا کردار مختلف فیہ اور مشتبہ ہی رہے گا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو اور مسلم لیگ گذشتہ اصولوں اور آئندہ احتیاط کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ملک و قوم کی ترقی کے لئے خلوص دل سے کوشاں ہو۔

رہا قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا تو قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود پر بھرپور اظہار اعتماد کرتے ہوئے انہیں جنرل ضیاء الحق سے تنہا مذاکرات کے لئے نامزد کرنا تو یہ کوئی ایسی انوکھی اور انہونی بات نہیں ہے۔ مولانا مفتی محمود کی سیاسی زندگی میں ایسے کئی موقع آئے کہ قوم نے ان پر اعتماد کیا اور وہ آزمائش کی کڑی راہوں سے سرخروئی اور کامیابی

باقی صفحہ ۱۰ پر

زاویۂ متفرقہ

شاکر بصیر پوری

ہم نے پاکستان بنایا تھا

(یہ گورنر ہاؤس ہے۔ دروازے پر روزنامہ اپرچونسٹ (ابن الوقت) Opportunist کے ایڈیٹر کی کار آکر رکتی ہے۔ ایڈیٹر صاحب باہر آکر ایک چپراسی کے ساتھ اندر تشریف لاتے ہیں۔ گورنر صاحب اخبار اپرچونسٹ کے اشتہارات بند کرنے کے آرڈر پر دستخط کرکے فائل کلرک کے حوالے کرتے ہیں اور ایڈیٹر صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں ایڈیٹر صاحب صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں پہلے ٹھنڈا اسٹروب آتا ہے پھر ذرا گرم پھر گرما گرم اور محفل نا ؤ نوش گرم ہوجاتی ہے)۔

گورنر:۔ "کہیئے مسٹر اپرچونسٹ (ابن الوقت) کیا حال ہے؟"

ایڈیٹر:۔ "جی مجھے وائس آف دی ٹائم (وقت کی آواز) کہیئے۔"

گورنر:۔ "نہیں پیارے ہم آپ کو اتنا ثقیل سا نام کیونکر دے سکتے ہیں"۔

ایڈیٹر:۔ "سنا ہے آپ ہمارے اشتہارات بند کر رہے ہیں۔"

گورنر:۔ "ہاں آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ہم بلا واسطہ کاروبار کے قائل ہیں۔"

(ایڈیٹر کا چہرہ کھل اٹھتا ہے)۔

ایڈیٹر:۔ "نوازش ہے آپ کی۔"

گورنر:۔ "تو پھر آپ بھی آجکل پالیسی ٹھیک ٹھاک چلائیے گا۔"

ایڈیٹر:۔ "بہت بہتر ہمیں فی الحال اپنے مستقل موضوع پر توجہ کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی آزاد اور مولانا رح کے خلاف افسانے لکھے ہوئے کافی دن ہوگئے ہیں۔ ان پر لکھنا ہمارا ہی حق ہے کیونکہ ہم نے ملک بنایا تھا۔"

گورنر:۔ ہاں ہاں بالکل ٹھیک۔ یہ موضوع بہت اچھا ہے۔ (دونوں متفرقہ زاویہ پر جھک جاتے ہیں۔ پھر گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہیں اور ایڈیٹر صاحب خدا حافظ کہتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ گورنر صاحب بھی خدا حافظ کہتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب باہر آکر جیب ٹھیک کرتے ہیں جو جلدی میں باہر نکل آئی تھی اور کار میں بیٹھ کر ہوا ہوجاتے ہیں)۔

— —

سیاسی لیڈر کی تقریر زوروں پر ہے۔ لیڈر صاحب کے منہ پر جھاگ آجاتی ہے۔ وہ جلدی سے خوبصورت غیر ملکی رومال سے منہ صاف کرتے ہیں اور پھر تقریر شروع کر دیتے ہیں۔ مقرر کی رگیں سوجتی جا رہی ہیں۔ ہاتھ بھی حرکت کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ گلا بھی خشک ہوگیا ہے۔ لیڈر صاحب پانی پیتے ہیں اور پھر پانی پی کر بولنا شروع کر دیتے ہیں۔

"حضرات! ہم لیڈروں کو اپنے ساتھ شامل نہیں کریں گے۔ ہم انہیں برسر اقتدار آکر انتہائی دگرں نے برسر اقتدار حکومت کا ساتھ دیکر ہماری قوم پر ظلم کیا۔ ہم نے یہ ملک بنایا تھا۔ خود اپنے ہاتھ سے بنایا تھا آپ جانتے ہیں کہ کوئی ٹٹ پونجیا ایک مکان نہیں بنا سکتا مگر ہم اتنے امیر ہیں کہ ہم نے پورا ملک بنالیا۔ اس کے کارخانے ہم نے بنائے، اس کے ندی نالے ہم نے چلائے درخت ہم نے اگائے۔ زمین ہمیں انگریز نے دی تھی باقی سب کچھ ہم نے کیا۔"

"تو پھر اللہ میاں نے کیا کیا تھا۔" ایک آدمی مجمع سے چلا اٹھتا ہے۔

"پکڑ لو اس پاجی کو یہ ملک دشمن ہے۔" (لیڈر صاحب بدحواس ہونے لگتے ہیں)۔ "اس نے ملک کے قیام کی مخالفت کی تھی۔ یہ بہت ظالم آدمی ہے۔ غدار ہے یہ ہماری پارٹی کا دشمن ہے۔ یہ ملک کا دشمن ہے۔" (کارکن اس آدمی کو پکڑ کر سزا دیتے ہیں)۔

"حضرات! جو سزا اس شخص کو دی جا رہی ہے ہم یہی سزا اپنی پارٹی کے دشمنوں کو دیتے ہیں" ("ذریں چہ شک"۔ ایک آواز) "ملک کے دشمنوں اور آمر کے ساتھیوں کو بھی ہم یہی سزا دیں گے۔ مشرق بھی ہماری پارٹی کا نام اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں۔ اس کا گروپ جعلی ہے۔ ہم اصلی ہیں۔ وہ شخص بہت غلط آدمی ہے۔ ہم نے اسے بنایا تھا۔" ("جعلسازوں سے بچو" مجمع سے آواز) "مگر وہ آج ہمیں ہی گھورتا ہے۔ وہ ظالم کا ساتھی ہے۔ ہم اسے کبھی اپنی پارٹی میں شامل نہیں کریں گے۔"

(ایک خاص آدمی لیڈر کے پاس آتا ہے اور دونوں ایک متفرقہ زاویے پر جھک جاتے ہیں۔ تھوڑی سی گفتگو بانداز سرگوشی ہوتی ہے اور پھر لیڈر صاحب دوبارہ چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔

"حضرات ہم مشرق کو اپنی پارٹی میں اسی وقت شامل کر سکتے ہیں جب کہ وہ صدق دل سے ہماری پارٹی میں آئے اور صدارت یا لیڈری کے عہدے پر نظر نہ رکھے۔" (مشرق بھی سٹیج پر پہنچ جاتے ہیں اور صدق دل سے پارٹی میں شامل ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور لیڈر صاحب کی تقریر پھر شروع ہوجاتی ہے)۔

حضرات! دیکھا آپ نے ہماری پارٹی کس قدر مضبوط ہے۔ آمر کے سابقہ ساتھی اب ہماری پارٹی میں آرہے ہیں۔ اس کی تمام کی

باقی صفحہ ۱۰

موجودہ حکومت کے بارے میں عوام کیا کہتے ہیں؟



موجودہ حکومت اگرچہ عارضی ہے مگر اس کا عہد اقتدار ہماری تاریخ کا سب سے بڑا فیصلہ کن عہد ہے۔ اسی لئے اہل پاکستان ایک ایک لمحہ کو غیر معمولی اہمیت دے رہے ہیں اور ایک واقعہ کو مختلف زاویوں سے دیکھنے کے لئے مضطرب ہیں۔ عوام کا شعور حالات میں جاگا، پائے یا نہ پائے، وہ محسوس انداز میں آگے بڑھتا ہوا اور ایک غیر مرئی طاقت بنتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ہم اس شعور و احساس کے دو رخ پوری دیانتداری سے پیش کرتے ہیں۔

موجودہ حکومت کے متعلق ایک احساس یہ پایا جاتا ہے کہ وہ واقعی ایک عارضی حکومت ہے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق انتخابات کے بارے میں حد درجہ سنجیدہ اور مضطرب ہیں۔ حالات کے تقاضے کے پیش نظر انہوں نے اقتدار سنبھالا تھا۔ اب وہ حالات کو سدھارنے میں معروف ہیں تاکہ اقتدار عوام کے نمائندوں کو پُرامن طور پر منتقل کیا جا سکے۔ ان کے بیانات ان کے اعلانات اور ان کے طور طریقے سب کے سب انکی اسی آرزو اور خواہش کی غمازی کرتے ہیں کہ پاکستان میں جلد سے جلد منتخب حکومت قائم ہو اور قوم کی پیشانی پر بار بار مارشل لاء کا عکس پڑنے سے رسوائی کی جو کالک ابھر آئی ہے اسے ہمیشہ کے لئے صاف کر دیا جائے اور عوامی خواہشات کے مطابق جمہوری نظام کے لئے راستہ ہموار کیا جائے۔ جنرل ضیاء بڑی تندہی، دیانتداری اور سیاسی توازن کے ساتھ عام انتخابات کے لئے سازگار فضا تیار کر رہے ہیں اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندیوں میں نرمی اور سیاسی عمل کے آغاز کے لئے مستحکم انتخابات کے لئے کوشاں ہیں اور اپنے آپ کو سیاسی وفاداریوں سے بالاتر رکھا اور نظریہ پاکستان اور اس کی سالمیت کی وفاداری کا عہد کیا۔ وہ اور ان کی کابینہ سیاسی معاملات میں مکمل طور پر غیر جانبدار ہے۔

رائے عامہ جس کے بل بوتے پر سیاست اور جمہوریت کا عمل تیز تر اور مستحکم ہوتا ہے اسے منظم ہونے اور بھرپور انداز میں ظاہر کرنے کی پوری طرح آزادانہ فضا قائم کرنے کی امیدیں متوقع ہیں۔ پریس اور سیاسی پلیٹ فارم پر اگرچہ چند حدود و قیود ہیں مگر بات کہنے کی حسرت تادیر باقی نہ رہے گی اور صحت مند اظہار کی روایت عنقریب قائم کی جائے گی۔

سابقہ حکومت کے احتساب سے سول ایڈمنسٹریشن بتدریج ذمہ دار اور فعال ہوتی جا رہی ہے۔ عوام کے مسائل کی طرف پوری طرح توجہ دی جا رہی ہے۔ فائلیں از خود سفر کرتی جا رہی ہیں اور فیصلے استحقاق اور انصاف کی بنیاد پر بروقت کئے جا رہے ہیں۔ امن عامہ کی حالت سنورتی جا رہی ہے سیاسی حدود و قیود کے باعث تصادم نہ ہونے کے برابر ہے۔ موجودہ عارضی حکومت کی ایک خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہ جمہوری خواہشات کا احترام کرتی ہے۔ وہ اپنے زیادہ تر فیصلے ملک کے مفاد میں کرتی ہے اور ان میں جبریت کی بجائے حکمت ہوتی ہے۔ وہ جو کام کر رہی ہے یا آئندہ چند ماہ میں کرنے والی ہے ان کی مناسبت سے موجودہ حکومت کو پاکستان کی نجات دہندہ حکومت کے نام سے یاد کیا جائیگا۔ وہ جمہوریت کے لئے راستہ ہموار کرنے کے علاوہ عوام کے نمائندوں کے ذریعے قوم کو ایک ایسا نظام دینے کی خواہشمند ہے جس سے نظریہ پاکستان کی تکمیل اور قوم کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا ہوگا اور اسی کے بل بوتے پر وہ قوم کو گرداب سے نکال کر کنارے تک پہنچا دینا چاہتی ہے۔

عوام موجودہ عارضی حکومت کے بارے میں ایک اور تاثر کا بھی اظہار کرتے ہیں۔

موجودہ حکومت کے اعلانات اور اس کے افعال اور کردار کے مابین بڑا فاصلہ ہے ایک عارضی حکومت کو اپنی تمام تر توجہ ان مقاصد پر مرکوز کر دینی چاہیئے تھی جنکا حصول اس کی اولین ذمہ داری ہے۔ مختلف اصلاحات اور اقدامات کے نام پر وہ اپنے پاؤں پھیلاتی جا رہی ہے۔ جنرل ضیاء کی نیت پر شک نہیں کیا جا سکتا وہ بڑی دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ ملک کے حالات کو سدھار کر اقتدار سے الگ ہونا چاہتے ہیں مگر ان کے اردگرد نفسیاتی کیفیات کا ایسا جال بنا جا رہا ہے جس کا احساس شروع میں نہیں ہوتا۔ بھٹو نے شروع شروع میں بڑے حسین اور دلفریب وعدے کئے تھے مگر جلد ہی اس کے مشیروں نے اسے یہ احساس دلایا کہ آپ کے بغیر ملک زندہ نہ رہ سکے گا اور صرف آپ ہی پاکستان کو استحکام اور دوام بخش سکتے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ عمل ......

پچھلے دنوں انتخابات کی جو فضا قائم ہوئی تھی اب اس میں بے یقینی کے آثار نمایاں ہیں۔ وہی عناصر جنہوں نے بھٹو کو اقتدار پر چمٹے رہنے پر مجبور کیا تھا اب پھر حالات میں خلل ڈالنے میں مصروف عمل ہیں اور اخبار کی جلی سرخیوں کے ساتھ ان کے تشدد آمیز بیانات شائع ہوتے ہیں یعنی پریس کا ایک حصہ آزادی کے نام پر غلاظت پھیلا رہا ہے۔

باقی صفحہ ۸ پر

امجد علی شاکر ایم اے

قیس بھی تو لیلیٰ بھی تو محمل بھی تو

ہم بہت سے دیگر بے سود کاموں کی طرح اخبار بینی کا شغل بھی کرتے ہیں اور حقیقت اور افسانے کا حسین امتزاج دیکھتے ہیں، البتہ لوگوں کی عافیت اور اپنی عاقبت کی حفاظت کی خاطر اخبار میں لکھنے کی غلطی سے آجکل پرہیز کر رہے ہیں۔ ایک روز ایک معمولی سی خبر پڑھی جو ایک کونے میں بیوہ کے آنسو کی طرح نظر آئی۔ خبر یہ تھی کہ دیال سنگھ لائبریری سے ریسرچ سیل ختم کر دیا گیا ہے۔ ہم خدا کا شکر بجا لائے کہ ہماری قوم ناتواں اس بے سود خرچ سے محفوظ ہوئی اور یہ رقم ملک کے بہت سے ترقی کے کاموں میں صرف ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ ہمارے عزیز از جان تربیلا ڈیم پر خرچ ہونے والے کروڑوں روپے کا بھی ایک قطرہ بن سکتی ہے۔ ایسا قطرہ کہ دیدۂ بینا اس میں دجلہ دیکھ سکتا ہے اور اگر اس کی خودی بیدار ہو گئی تو یہ انا البحر کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتا ہے۔ قطرہ کوئی چھوٹی موٹی چیز نہیں ہوتا اس کے کروڑویں حصے نے ہی تو جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس رقم سے کسی صاحب کو باکار بنایا جا سکتا ہے۔ اور نہ سہی کم از کم ریسرچ سیل پر خرچ ہونے والی عیاشی سے تو جان چھوٹی کم از کم ایک پورے سیل کے اخراجات کم ہو گئے۔ ہم ابھی بہت زیادہ خوش ہونے کے لئے موشن پکڑ رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ اس سیل کا ماہانہ خرچ صرف ایک "صاحب" کے ایک دن کے خرچ کے برابر تھا، تو ہماری خوشی کسی قدر کرکری ہو گئی۔

اس کے بعد معمول کے مطابق بہت سے لوگوں کے اخبارات میں بیانات وغیرہ شائع ہوئے۔ کئی ادیب و شاعر اس موضوع پر نوا سنج ہوئے۔ کئی سخن فہم جو غالباً "غالب" کے طرفدار تھے اس لئے انہوں نے بڑھ کر "سہرا" کہنے کی نیت سے بات کو مزید طول دیا حتیٰ کہ ایک صاحب مسمّیٰ یا الملقّب بہ واقف حال کا خط شائع ہوا۔ ہم اس کے مندرجات کی وجہ سے محبت نامہ کہنے پر مجبور ہیں — مکتوب نگار کا کہنا تھا کہ یہ سیل تھا ہی ناقص جس طرح ہمارے دوسرے محکمے چل رہے ہیں۔ اس کے ذرائض میں دنیا جہاں کے کارِ دراز شامل تھے جو کہ خاص ضروری نہ تھے۔ ان کاموں کے لئے یہ سیل قائم کیا گیا تھا جس میں دو ایم۔ اے عربی حضرات کو شامل کیا گیا۔ ان کی خدمت کے لئے ایک عدد چپڑاسی ٹانک دیا گیا اور دو حضرات پر یہ ننھا منا سیل اپنے اختیارات اور دائرہ کار کے لحاظ سے لامحدود تھا چنانچہ "قیس بھی تو لیلیٰ بھی تو محمل بھی تو" کے مصداق اس سیل کے چیئرمین بہت سے دوسرے چیئرمینوں کی طرح اکثر چھٹی پر رہا کرتے تھے۔ رہے ایک صاحب تو وہ ایم۔ اے عربی تھے اس لئے انہوں نے گورمکھی اور بہت سی دیگر نازنین زبانوں کی طرح مطلق التفات نہ کیا اور گورمکھی کی کتب کی فہرست تیار ہونے سے بال بال بچ گئی کیونکہ ان صاحب نے اپنے آپ کو گورمکھی کی تعلیم سے کاملاً محفوظ رکھا تھا۔ اسی طرح بہت سے دیگر کاموں کے ساتھ یہی سلوک ہوا۔ خود عربی کے سلسلے میں بھی کوئی لمبا چوڑا کام نہ ہو سکا۔ ہو سکتا ہے یہ اکیلا آدمی ڈر گیا ہو کہ بڑی بڑی کتابوں کے نیچے دب گیا تو سیل کا کوئی دوسرا فرد انہیں بچانے نہ آئے گا اور یہ کہتے کہتے جان دے دیں گے

ناگاہ میرے سر پہ وہ دیوار آ پڑی
مدتوں بیٹھا رہا میں جس کے سایہ کے تلے

یہ صاحب چونکہ خود ایم۔ اے تھے اور انہوں نے پی۔ ایچ ڈی کرنے کی خود بھی جسارت نہ کی تھی اس لئے یہ کسی کی پی۔ ایچ ڈی میں مدد کرنے کی گستاخی کیونکر کر سکتے تھے۔ واقعی اچھے بچے ایسا نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ ان وجوہات کی بنا پر یہ سیل توڑ دیا گیا۔ ہم اس فعل کی پُر زور حمائت کرتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں کہ اس کو ہرگز بحال نہ کیا جائے چاہے "اہلِ قلم" جتنا مرضی چیختے رہیں۔ یہ کوئی اہل قلم تو نہیں کہ جن کی فی الفور سنی جائے۔ اس کو ذاتی وقار کا مسئلہ بنا لینا چاہیئے اور اہل قلم کی چیخ و پکار سن کر دوسرے کان سے فوراً نکال دینی چاہیئے۔ ساتھ ہی کان پر کسی بھی جوں کو رینگنے کی ہرگز اجازت نہ دینی چاہیئے۔ ہم ساتھ ہی ساتھ کچھ محکموں کے بارے میں بھی سفارش کرتے ہیں کہ انہیں بھی فوراً توڑ دیا جائے اور ان کی ایک نہ سنی جائے کیونکہ یا تو یہ لوگ کام نہیں کرتے یا الٹے کام کرتے ہیں یا کام کرنے کی صلاحیت سے کلیتہً محروم ہیں۔

سب سے پہلے ہماری نظر میں پولیس

باقی ص ۸ پر

پروفیسر اسماعیل سیفی
پشاور

خسارے کا بجٹ اور تلافی کی صورتیں

کیا موجودہ خسارہ گذشتہ گورنمنٹ کی بداعمالیوں کا نتیجہ نہیں ؟ اگر ہے تو اس کی سزا قوم کو کیوں دی جائے ؟ کیا یہ خسارہ گھی سیمنٹ ۔ بجلی اور پیٹرول جیسے لوازمات کی قیمتیں بڑھانے سے پورا کرنا جائز ہوگا ؟ یہ تو ہوئی نا وہی بات کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی ! تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ سات سو کروڑ روپے کا خسارہ کس جادو کی چھڑی یا الہ دین کے چراغ سے پورا ہوگا ۔ ؟ آئیے اس کا حل ڈھونڈیں ۔

ا ۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قوم کو بجٹ کے قریب اور بجٹ کو قوم کے قریب کرنے کے لئے مختلف شعبہائے زندگی کے یاران نکتہ داں کو صلائے عام دے کر قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے ، تاکہ اس ریڑھ کی ہڈی کو درست کیا جا سکے ۔ ٹی ۔ وی پر ہمیں سرسری جائزے کے سوا کچھ معلوم نہ ہو سکا ۔ ہاں اگر چار دن پینل کے جید مبصروں کی رپورٹیں پریس میں آجائیں تو افادہ عام سے خالی نہ ہوگا ۔ بظاہر یہ سوال بار بار کانوں سے ٹکراتا رہا کہ سات سو کروڑ روپے کا خسارا کہاں سے پورا ہوگا ؟ ادھر عوام الناس کا حال کہ جہاں کہیں کان دھرا یہی آواز آئی خدا خیر کرے ٹیکس اور بڑھیں گے ، گرانی سوا ہوگی ، جو کچھ ہے وہ بھی نمائش نلکہ ہو جائے گا ۔ واقعہ یہ ہے کہ خسارے کے تسلسل نے قوم کو بجٹ سے الرجک کر دیا ہے ۔ گذشتہ بجٹوں میں سے کونسا ہے جو قومی توقعات کے خلاف اور عوامی خدشات کے مطابق نہیں ؟ یہی وجہ ہے کہ یار لوگ اس موسم کے آتے ہی کرتب اور کرتوت کا ہر مظاہرہ کر گزرتے ہیں جس سے قومی قوی مزید مضمحل ہو جاتے ہیں ۔

دراصل بجٹ آمد و خرچ کی روشنی میں ماضی کی تلافی ، حال کا تخمینہ اور مستقبل کے منصوبات کا آئینہ ہوتا ہے ۔ اس لحاظ سے موجودہ بجٹ حیرت انگیز ہے کہ اتنے بڑے خسارے کی موجودگی میں نئے ٹیکس لگانے کی بجائے کہیں گھٹائے گئے کہیں ہٹائے گئے ۔ ورنہ گذشتہ حکومتوں میں بجٹ اور ٹیکسوں کی یلغار میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور جب لوگ تلملا اٹھتے تو جواباً ارشاد ہوتا کہ مشرقی پاکستان ہمیں کھا رہا ہے ۔ وہاں کی غربت و پسماندگی اور سیلابوں پر ساری دولت صرف ہو جاتی ہے ۔ بعد میں جب ان لوگوں کی امید بر آئی اور وہ حصہ ملک سازشوں کا شکار ہو گیا تو خطابت کا زور اسی پر ٹوٹتا رہا کہ خزانے تو ادھورہ رہ گئے ۔ وہاں پٹ سن تھی ، چائے تھی ، چاول ، کاغذ ، مسالے تھے اب رہا کیا ہے ہمارے پاس ؟ مختصر یہ کہ جب مشرقی پاکستان تھا تو اس کا ہونا خسارے کا باعث ، اب مشرقی پاکستان نہیں رہا تو اس کا نہ ہونا خسارے کا موجب ! کیا ستم ظریفی ہے . . . .

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر اس خسارے کو پورا کرنے کی تدبیر سوجھتی تو امپائرز ڈیوٹیوں اور ٹیکسوں کی بھرمار کر دی جاتی حتیٰ کہ بعض درآمدات پر سو فی صد یا اس سے بھی دگنا تگنا اضافہ ۔ یعنی چوری بھی اور سینہ زوری بھی ۔ زیادہ سے زیادہ کوئی تلافی ہوتی تو یہ کہ فلاں چیز کا استعمال چھوڑ دینے سے کوئی مرتا نہیں ۔ بالفاظ دیگر علاج سوچا بھی گیا تو عطائیوں والا کہ مریض نہ رہا تو مرض خود بخود ختم ہو جائے کاش کہ ایسا ہو سکتا ۔ لیکن کس کس چیز کو چھوڑیں گے ۔ ایک دو نہیں جدھر جھانکیں کمی ہی کمی ہے ۔ اگر معیار یہی طے پا گیا کہ کمی دور کرنے کے لئے فلاں چیز کو چھوڑ دیں کوئی مرتا نہیں ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ روٹی پانی کے سوا سب کچھ چھوڑ دیں کیونکہ کسی بھی شے کے بغیر آدمی زندہ رہ سکتا ہے ایسے حل اناڑیوں کے ہو سکتے ہیں جو عقل خداداد سے کام لینے کے اہل نہ ہوں ۔ جب خدا کی وسیع و عریض زمین موجود ہے ، وسائل مہیا ہیں تو کوئی جواز نہیں ان بد خواہیوں اور خساروں کا جن سے دشمن کو ہم پر ہنسی اڑانے کا موقع ملے کہ ہم حکومت کرنے کے اہل نہیں !

کمی پوری کرنا ہے تو تعیشات پر ٹیکس اور ڈیوٹی بڑھائی جا سکتی ہے لیکن یہاں بھی بصارت کے ساتھ بصیرت کی ضرورت ہے ۔ اس سے پہلے کہ کسی شئے کو تعیشات کے زمرے میں شمار کیا جائے ہمیں اقتصادیات کی کتابی تقسیم (ضروریات ، سہولیات اور تعیشات) سے باہر بھی جھانکنا ہوگا کیونکہ جوں جوں قوم زمانے کے قدم سے قدم ملا کر بڑھتی ہے آسائشیں ضروریات میں بدل جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات تعیشات بھی ضروریات کی جگہ لے لیتے ہیں ۔ مثال کے طور پر سکوٹر اور موٹر سائیکلیں کسی زمانے میں تعیشات سمجھے جاتے تھے ۔ بعد میں آسائشات کے درجہ میں آئے ، آج ضروریات کے زمرہ میں ہیں ۔ وجہ یہ ہے زندگی از حد مصروف ہو گئی ہے اور وقت بچانا ضروری ہو گیا ہے ۔ یونہی موٹر لاری کا سفر پہلے ایک سہولت و آسائش تھا ، آج اشد ضرورت ہے ۔ ہاں البتہ ہوائی سفر ہمارے ملکی حالات کی روشنی میں تعیشات ہی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ ابھی ہم اتنا آگے نہیں بڑھے ۔ ادھر ترقی یافتہ ممالک میں یہی زندگی کے لوازمات میں سے ہے ۔ یہی حال کولر ۔ فرج اور اس قبیل کی دوسری اشیاء ریڈیو ۔ ٹی وی وغیرہ کا سمجھ لیں ۔ دور کیوں جائیے باہر کے گھی ۔ مکھن ۔ دودھ کو لیجیے پہلے اسے ایک عیاشی کہا جاتا تھا ، آج پوڈر کا دودھ اور ڈبے کا گھی نہ ہو تو کام ہی نہیں چلتا ۔ معلوم ہوا کہ کسی شئے پر ضرورت ، سہولت یا عشرت کا

فتویٰ لگانے سے قبل ہمیں اپنے ماحول اور زمانے کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ درجہ بندی ادلتے بدلتے حالات میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

بفرض محال یہ جائزہ لئے بغیر ہم نے بعض اشیاء پر تعیش کا نام دھر دیا اور ڈیوٹی یا ٹیکس کی بھرمار کردی تو ہوگا یہ کہ جو شئے ملک کے باہر سے درآمد ہو ہاتھ آتی ہے، ملک کے اندر پہنچ کر وہ نہ صرف خود مہنگی ہوگی بلکہ اپنے متعلقات کو بھی مہنگا کرے گی اور یوں باقی اشیاء کی قیمتیں بھی بگٹٹ ہو جائیں گی ہمارے یہاں بھی کچھ ہوتا رہا جس کی سزا آج بھی بھگت رہے ہیں۔

تو کیا اس روگ کا حتمی علاج کوئی نہیں ...؟ ضرور ہے اور ایسا کہ خزانے لبریز اور گلشن زرخیز ہو جائیں گے۔ صرف قدم اٹھانے کی دیر ہے:۔

۱۔ جن لوگوں نے مانگے تانگے کی دولت سے عیش اڑایا اور اس گلشن کو تاراج کیا، ان پر صرف نااہل کا لیبل چپکانے سے کہیں بہتر ہے کہ لوٹی ہوئی دولت واپس اگلوائی جائے۔ ہسپتالوں اور مسجدوں کے منہدم شدہ ڈالر ایک طرف، صرف زلزلوں، سیلابوں کی رقم بھی اکھٹی کی جائے تو ملک کے لئے مدتوں کافی ہوگی۔

۲۔ پہلے گنے چنے تئیس خاندان تھے اب خیر سے دو در سنچری ہونے کو ہے۔ اگر صحیح شماریات میں لاکر صرف انہی سے جائز ٹیکس وصول کئے جائیں تو بڑی حد تک کمی نہ رہے۔

۳۔ کردار تھے حضرات خلوص دل سے قدم اٹھائیں اور جذبہ ایثار سے کام لے کر اس گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دیں تو ملک کے غرباء بھی ان کی تقلید میں جیبیں لٹانے کو تیار ہیں۔

ایک صورت وہ تھی جب یحییٰ گورنمنٹ نے آپ کے کروڑوں روپے کنڈم کر ڈالے اور آپ بھوت رہ گئے یعنی اپنی تو کھال اتر گئی اس کا بال بیکانہ ہوا۔ اب جائز ضرورت کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو دولت قبر کو ساتھ نہیں لے جانی، اسے وطن کے سکھ اور ساکھ میں صرف کر دیں۔ دگنی نہیں تو اتنی ہی جتنی دور یحییٰ میں چھینی گئی تھی۔

۴۔ اگر وڈیروں نے یہ ایثار کیا تو حکومت سیاسی پارٹیوں کی گول میز کانفرنس بلاکر بطریق احسن یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ ملک کا ہر فرد کلنک کے اس ٹیکے کو دور کرنے کے لئے اپنا خلوص پیش کرے۔ اس کی نظیر موجود ہے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ادنیٰ ادنیٰ دکانداروں نے سو سو روپے پیش کئے تھے۔

۵۔ کارخانہ داروں کی خوش قسمتی سے دکانداروں کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ چاروں طرف تجارتی پابندیاں لگا کر ہم نے از خود اقتصادی حالت کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔ تجارت آزاد ہونے سے ملک پھلے پھولے گا۔ روزگار عام اور عوام خوشحال ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجارتی نقطۂ نظر سے دنیا کے نقشہ پر ملکوں کی حیثیت بازاروں جیسی ہے۔ اگر ایک بازار گردوپیش سے ہمیشہ کے لئے لین دین کا بائیکاٹ کرے تو خود سوچئے وہ کتنے دن تروتازہ رہ سکتا ہے؟ ایک فلاحی مملکت کے لئے تجارت کی ریل پیل اتنی ہی ضروری ہے جتنی ایک زندہ جسم کے لئے خون کی گردش۔ ہمیں ایسے حالات میں بلا جھجک ہر وہ اقدام کر گزرنا چاہیئے جس سے ملک و قوم کا بھلا ہو۔ آخر اتنا تو خیال کیجئے کہ مسلسل تجارتی انقطاع کا فائدہ کسے ہو رہا ہے اور نقصان کسے؟ غور فرمائیں، گائے بھینس انڈیا میں سوائے پوجا پاٹ کے اور کس کام کی؟ اگر ہم بھی درآمد کریں تو مارکیٹ میں مرغی گوشت بھی کیوں آٹھ روپے سیر ہے؟

اس درآمد سے چمڑے کی فراوانی اور ارزانی الگ جسے برآمد بھی کر سکیں گے۔ علیٰ ہذالقیاس کئی اور چیزوں کی درآمد سے کم از کم بنیادی اشیاء تو سستی ہو سکتی ہیں۔

یہ چند ایسی تجاویز ہیں جن پر عمل کیا جائے تو ملک و ملت کا سر فخر سے بلند ہو جائیگا۔

بقیہ: موجودہ حکومت ......

موجودہ عارضی حکومت کے عہد اقتدار میں بیرونی طاقتوں کے اثرات بھی کسی درجے میں محسوس کئے جا رہے ہیں بعض سیاسی عنصر یہاں یک کہہ رہے ہیں کہ انتخابات کا التوا بھی بیرونی طاقتوں کے اشارے پر عمل میں آیا ہے۔ تعلیمی پالیسی بے روح، لیبر پالیسی غلطی ہائے مضامین سے پُر اور دولت کی اجارہ داریوں کو ختم کرنے کے اعلانات کاغذ پر مورت کی طرح بے جان ہیں۔ اس دو عملی اور بے عملی سے عوام مضطرب ہیں۔

عوام کے تاثرات اور احساسات کی دونوں تصویریں حاضر ہیں۔ دیکھیئے اہل نظر کونسی تصویر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ارباب وفا رسم عشق کس طرح ادا کرتے ہیں؟

نظر بظاہر دوسری تصویر کی طرف عوام

بقیہ: "قمیص بھی تو ......"

کا محکمہ آتا ہے کیونکہ آج ہی ہم نے ایک سپاہی کو دیکھا ہے جو ایک شریف آدمی کو خاصی فصیح و بلیغ گالیوں سے نواز رہا تھا۔ یہ گالیاں ایسی چیٹ پٹی تھیں کہ بہت سے آدمیوں کے منہ میں بے اختیار پانی بھر آیا۔ ان گالیوں کی شان نزول یہ تھی کہ مخاطب نے سپاہی کا ایک خاص نجی قسم کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اسے گالیوں سے فیضیاب کر رہا تھا۔ جب سپاہی مخاطب کو کافی مستفید اور ارد گرد کے لوگوں کو خاصا محظوظ کر چکا تو چلا گیا۔ بعد میں وہی شخص سپاہی کی گفتگو دہرانے لگا جو کہ خاصی دلچسپ تھی اور سامعین کو تلذذ کا ایک اور موقع ہاتھ آگیا۔

ہماری ناقص رائے میں یہ کام پولیس کی ڈیوٹی میں ہرگز شامل نہیں بلکہ جرائم کا خاتمہ ہی ان کی واحد ڈیوٹی ہے مگر ہمارے ملک میں مچھر، مکھیاں اور جرائم روز بروز زیادہ ہو رہے ہیں اس لئے چاہیئے کہ یہ محکمہ ختم کر دیا جائے۔

محکمہ تعلیم بھی ہمارے خیال میں ختم کر دینا چاہیئے کیونکہ ان کا کام ڈاکو تیار کرنا ہرگز نہیں ہے۔

ہمارے مزید خیال میں محکمہ مال کو بھی چھٹی کرا دینی چاہیئے کیونکہ یہ لوگ جس کام میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں وہ ان کی ڈیوٹی میں ہرگز شامل نہیں ہے۔

محکمہ انسداد بے رحمی حیوانات کا بھی قلع قمع کر کے ایک عدد محکمہ انسداد بے رحمی انسان قائم کرنا چاہیئے کیونکہ ضرورت اسی محکمے کی ہے یہ چند محکمے فی الحال خاتمہ کے لئے بطور نمونہ حاضر ہیں۔ اگر ان مشوروں سے استفادہ کیا گیا تو ہم بہت سے دیگر مشورے بھی برائے کاسط

ایم آئی مُلتانی

پاکستان میں سبز انقلاب کب آئے گا؟

محکمۂ زراعت کے اربابِ اختیار کے لئے ایک قابلِ تقلید اور بے مثال عمل

افغانستان کے حالیہ انقلاب کے بعد اور ایران میں ایک عرصہ سے پُرتشدد واقعات کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ کے پیشِ نظر مملکت پاک میں بھی احوال تغیر پذیر ہو سکتے ہیں۔ قیادت کے بحران اور ہمارے ربع صدی سے زیادہ وقت گذرنے کے باوجود جو ہمیں استحکام و قوت ملنا چاہیئے تھی اس سے ہم محروم ہیں۔ اسی لئے کہیں چھوٹا سا کوئی واقعہ ہوا تو وہ ہمارے لئے فوری طور پر ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ اگر ملک اقتصادی و نظریاتی طور پر ایک راہ عمل پر چل رہا ہوتا تو اس مدت مدید کے گذرنے کے بعد ہمارے اعصاب پر اس طرح رعشہ کی کیفیت نہ ہوتی۔

افغانستان میں انقلاب آیا تو فوراً پاکستان میں یہ سوچ ابھرنے لگ گئی کہ اب سوشلزم پاکستان میں آنے کو ہے، یعنی ہماری نظریاتی چولیں اتنی ڈھیلی یا جواب دے چکی ہیں کہ خود افغانستان میں ابھی سوشلزم کے نفاذ کا اعلان نہیں ہوا۔ لیکن ہم نے از خود اعلان جیسے کر لیا ہو اور اس کے دفاع کے لئے ہم نے سوچنا بھی شروع کر دیا۔

میں سمجھتا ہوں ہماری سوچ سراسر غلط ہے۔ کل ایران میں کوئی انقلاب آجاتا ہے تو ہماری سوچ کیا ہوگی —؟ کسی اور جگہ حالات بدل جاتے ہیں پھر کونسا ازم آئے گا؟ اس کا دفاع ہم کیسے کریں گے؟ ہمارا یہ اندازِ فکر ہونا —— ہماری ماضی کی غلطیوں کے اعادہ کا سبب بنے گا؟

ہم نے خود جو نظریات اپنائے ہیں جب ان کو ہم نافذ نہیں کریں گے اور بنیادی طور پر ملک میں نظریاتی لحاظ سے ایک خلاء رہو گا تو ظاہر بات ہے کہ ہر طبقہ اپنے مخصوص مفادات اور مخصوص نظریات کو بیان جاری کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس میں ایسے طبقات کا قصور کم اور خود ان محب وطن افراد کا قصور زیادہ ہے جو اپنے صحیح نظریات ملک و قوم کے سامنے نہیں رکھتے اور قوت و شوکت کے حصول کے باوجود قومی سطح پر نظریاتی اصولوں سے قوم کو محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

افغانستان کے حالیہ انقلاب کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا بیان آیا تھا جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ پاکستان میں سوشلزم نہیں آسکتا اور پاکستان کو سوشلزم سے کوئی خطرہ نہیں۔

جہاں تک مولانا موصوف کے فرمان کا تعلق ہے افغان انقلاب کے بعد جس طرح قوم نظریاتی رعشہ کا شکار تھی، ایسے موقع پر قوم میں حوصلہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے ہی بیانات آنے چاہئیں تاکہ قوم کے ذہن پر سوار اس مسئلہ کو آخر اسی طرح ختم کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مسلمان اخلاقی طور پر کتنا ہی انحطاط کے درجہ کو پہنچ جائے لیکن جب اسلام کا مسئلہ آتا ہے اس کی ایمان کی چنگاری ہی کفر کے بڑے سے بڑے خرمن سوزی کا سامان کر سکتی ہے لیکن یہ نظریاتی خلاء جو چاروں طرف اندھیرے کا سبب بنا ہوا ہے اس کو پُر کرنے کی خاطر ہمیں بھی کوئی عملی قدم اٹھانا ہوگا ورنہ محض بیانات اس طوفان کے آگے بند نہیں باندھ سکتے جو بے دینی، الحاد اور غیر مسلم قوتوں کی طرف سے زر، زن اور زمین کے لالچ سے بڑھا چلا آرہا ہے۔

سوشلزم کے ملک میں آنے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ پہلے وہ کسی ہمسایہ ملک میں آئے اور محض سرحدی رفاقت کے پیشِ نظر ہمیں بھی اسی کی جھولی میں جانا پڑے۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان مہلک جراثیم کے ختم کرنے کے مؤثر ذرائع اپنائیں جن سے غریب عوام مطمئن ہوں۔ اور ان کا اطمینان ہی ملک کو نظریاتی طور پر خلفشار سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً تعلیم سے محروم اور ناخواندگی کا شکار وہ طبقہ جو ذاتی طور پر خود سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور دشمن کی بھیانک چالوں کو نہیں سمجھ سکتا ہمیں ان کے معیار کے مطابق نہ صرف سمجھانا ہوگا بلکہ ان کے سمجھانے کا مؤثر طریق کار یہی ہے کہ ہم ان کے الجھے ہوئے مسائل کے حل کی طرف توجہ دیں۔

سرمایہ پرست لوگ نظریاتی طور پر کمزور واقع ہوتے ہیں۔ ان کا مذہب اور مذہب سمیت باقی سب کچھ سرمایہ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی

خاطر ہمیں کسی کو بھی اس زعم باطل کا شکار نہیں رہنا چاہیئے کہ یہ چند افراد ملک کی قسمت کو تبدیل ہوتے دیکھ کر دقت پر سامنے آسکتے ہیں۔

اگر پاکستان کو سوشلزم کی یلغار سے روکنا ہے تو اس کا طریق کار اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ معاشرہ میں طبقاتی عدم مساوات کو ختم کیا جائے۔ یہاں امیر کے کتے مکھن چاٹتے ہیں اور غریب کے بچے نان جویں کو ترستے ہیں۔ اقتصادی عدم مساوات کو ختم کرنا جہاں ضروری ہے اور سرمایہ پرستی کا سفینہ غرق کرنا ناگزیر ہے۔ وہاں محنت کی بنیاد پر تقسیم دولت کا اصول ہمیں اپنانا ہوگا۔

یہاں غریب محنت کرتا ہے اور دولت سے محروم رہتا ہے۔ اپنا پورا حق بھی وصول نہیں کر پاتا۔ امیر محلات میں رہتا ہے۔ آرام اور تعیش کی زندگی بسر کرتا ہے مگر اس کا سرمایہ بلا محنت روز افزوں ہے۔ سوشلزم اگر خدانخواستہ آیا تو اس کی وجہ مسلمانوں کی کوئی نظریاتی کمزوری نہ ہوگی بلکہ صاحب اقتدار طبقہ کی طرف سے اسلام سے روگردانی۔ اور سرمایہ دار کے طرزِ عمل پر ردِ عمل کے طور پر آئے گا۔ غلط منصوبوں کے صحیح نتائج ہرگز نکلنا ممکن نہیں۔

حال ہی میں ہمسایہ ملک افغانستان میں انقلاب آیا ہے۔ لوگ اس کو سوشلزم سے تعبیر کرتے ہیں اور خود ترکی حکومت اسلام کا نام لے رہی ہے۔ بالفرض اگر افغان حکومت سوشلزم کو ہی اپنانا چاہتی ہے اور اسلام کو اپنے مقاصد کے دفاع کے طور پر استعمال کر رہی ہے تو بھی لوگ اس کو عمل کے معیار پر پرکھیں گے۔ اگر وہاں معاشی تفاوت ختم کرنے کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں اور دولت۔ محنت کی بنیاد پر گردش کرتی ہے تو جہاں دولت چند خاندانوں میں محصور ہو کر رہ جائے اور سرمایہ پرستی کی حوصلہ افزائی ہو تو لوگ ایسے سوشلزم کو اپنے لئے ناگزیر اور اپنے مسائل کا واحد حل تصور کرنے لگیں گے۔ انسانیت کی بنیاد پر سب میں مساوات ہوگی تو ہی معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن سکے گا۔ بصورت دیگر کاد الفقران یکون کفراً کی صدا جو آج سے چودہ سو برس قبل عرب کی سرزمین سے اٹھی تھی وہ ایک عملی حقیقت کا روپ دھار سکتی ہے اور پھر اس آواز کے سامنے کوئی مصنوعی طریقے اس

کو روک لیں ایسا ممکن نہیں ہوگا۔

افغانستان کی نئی حکومت کی ایک قابلِ تقلید مثال ہم نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داعیوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ کیا ہم بھی اپنے معاشرہ میں تفاوت کو ختم کر کے مساوات کی بنیاد ڈال سکتے ہیں۔

"کابل۔ ۹ جون ۷۸ء: افغانستان میں انقلابی حکومت کے وزیر زراعت اور محکمہ زراعت کے افسروں اور عملے نے آج سے کسانوں کے ساتھ مل کر کھیتوں میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ ایئرکنڈیشنڈ اور بہترین فرنیچر سے آراستہ کمروں میں بیٹھ کر کام کرنے والے افسروں کو دو گھنٹے تک دوپہر کی تیز دھوپ میں کسانوں کے ساتھ کام کرنا پڑا۔ اس سے قبل افسروں اور عملے کے لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گروپ بنائے گئے جنہوں نے الگ الگ کام لیا۔ کھیتوں میں کام کرنے والے تمام لوگ بیلچے اور درانتیاں اٹھائے ہوئے تھے (ریڈیو کابل)"

افغان قوم اگر ناہموار زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے محکمہ زراعت کے اعلیٰ افسران اس طرح سرگرمی سے زراعت کے عمل کو آگے بڑھا جائیں گے تو کوئی مشکل نہیں کہ ایک وقت ایسا آجائے کہ وہ لوگ اپنی محنت کا صحیح صلہ پا سکیں اور حیرت وافسوس ان کے لئے باقی رہ جائے گا جن کے پاس وسائل موجود۔ آبپاشی کے ذرائع بے پناہ۔ محنت کم کرنی پڑے مگر ہمیں اس ملک میں سبز انقلاب لانے کی کوشش ہی نہیں کرنا تو اس کے سوا اور کیا ہوگا۔؟

اگر ہم محنت کو اپنا شعار بنالیں اور ملک کے کسان کے مسائل کو حل کرنا اپنا فرض اول سمجھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم گندم میں خود کفیل نہ ہوسکیں اور کا غذات میں اعداد وشمار کے اس فریب سے ہم نجات پالیں جو ہر آئے سال انتخابات کے موقع پر بدقوں سے ہم سن رہے ہیں کہ "اس سال ہم گندم میں خود کفیل ہو جائیں گے۔" اگر ہمارا طرزِ عمل اسی زاویہ پر رہا جس ڈگری پر اب ہے تو پھر ہم صدیوں میں بھی خود کفیل نہ ہوسکیں گے۔ جو کچھ ہوگا وہ عمل کی قوت سے ہوگا۔ اس لئے عملی اقدام کی ضرورت کا احساس ہمیں ہو جانا چاہیئے۔

بقیہ: اداریہ

خصوصاً بھٹو کے جابرانہ اور استبدائی دور میں مفتی صاحب نے قوم کے حقوق کی بازیابی اور ملت اسلامیہ کے وقار کی بلندی کے لیے جو خدمات انجام دیں وہ کسی صاحب عقل وہوش سے پوشیدہ نہیں۔ تحریک بحالیٔ جمہوریت، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اس دعوے پر شاہد عدل ہیں۔

مولانا مفتی محمود نے مذاکرات کی میز پر اپنے رفقاء کرام کی معانت سے بھٹو ایسے عظیم شاطر کو مات دی اور قوم پر یہ واضح کر دیا کہ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ مفتی صاحب نے جب اور جہاں بھی محسوس کیا کہ اب قوم کے احساسات اور جذبات کی پاسداری کے راستے بند کئے جا رہے ہیں تو انھوں نے ہر قسم کے خطرات کو لبیک کہتے ہوئے قوم کی بقا کا مقدمہ لڑا۔

آج بھی پوری قوم مفتی صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے بجا طور پر ان سے یہ توقعات وابستہ کئے ہوئے ہے کہ وہ جنرل ضیاء الحق سے تنہا مذاکرات کرتے وقت ملک و قوم کے مفاد اور ترقی ہی کو ترجیح دیں گے۔

جنرل صاحب موصوف سے بھی یہی امید ہے کہ وہ تمام تر دشواریوں کے باوجود قومی حکومت کی تشکیل کے سلسلہ میں قومی اتحاد کے سربراہ کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ خوش اسلوبی

بقیہ: ہم نے پاکستان بنایا تھا

تمام پارٹی ختم ہو جائے گی۔ بچھ گئیں" ہوں گی اور ہم ہی پھریں گے۔ ہم نے ملک بنایا اب ہم ہی حکومت کریں گے۔ یہ ہمارا ہی حق ہے" (تقریر جاری رہتی ہے اور لوگ اونگھنا شروع کر دیتے ہیں کہ ایک آدمی چیخ اٹھتا ہے) "میری جیب کٹ گئی"۔ دوڑ دھاگو کا شور مچتا ہے پھر جیب تراش پکڑا جاتا ہے۔ مگر چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ یہ پارٹی ورکر ہے۔ اس پارٹی کے کچھ

دوسری قسط

منیر احمد

اسلام میں مسئلہ گرانی کا حل

تو انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے مخفی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں دماغی اور عقلی قوتیں ابھرتی ہیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ انسانی کمالات اور انسان پر کیئے گئے احسانات کا انکشاف شروع ہوتا ہے پھر وہ زمین کا سینہ چیر کر نعمتوں کا خزینہ تلاش کرتا ہے۔ چاند سورج کی شعاعوں کو گرفتار اور آسمانی قوتوں کو شکار کر کے تسخیر کائنات کے ذریعہ پیش آمدہ ضروریات کی تکمیل کا سامان پیدا کرتا ہے' لیکن یہ تبھی ہو سکتا ہے جب کوئی غیر تمند قوم یہ عزم کرے اور تہہ دل سے ٹھان لے کہ ہم نے ہر ضرورت میں خود کفیل ہونا ہے' اپنی ہر ضرورت کا سامان اپنے ملک میں پیدا کر کے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرنا اور یہ سوچ لے کہ مانگنے سے دینا بہتر! مانگنے میں ذلت اور دینے میں عزت! جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

اور جو قوم غیروں کے ٹکڑوں پر پلنے کی اور غیر ملکی امداد کے جھوٹے بن جھولنے کی عادی ہو جس کو حاجتمندی و مفلسی کی فضا میں پرائی دولت کا جھانسہ اور معاشی بے چینی میں مفاد پرست دوستوں کا دلاسہ خرگوش کی نیند سلادے اور غیر ملکی امداد کا خربہ دل دماغ سے خود کفالت کا جذبہ نکال دے اور انقلاب وار تقار کی ہر اٹھنے والی آواز کو دبا دے تو ایسی محروم القسمت قوم ہمیشہ ہمیشہ غیروں کی دستِ نگر و محتاج رہتی ہے۔ نہ وہ ایجادات میں ترقی کر سکتی ہے اور نہ حاجات میں خود کفیل ہو سکتی ہے۔

۲- غیر ملکی امداد' امداد پانے والی قوم میں احساس کمتری پیدا کر کے خود شناسی' خود داری اور احساس بہتری کے جذبہ و جوہر کو کچل ڈالتی ہے۔ چند سوکھے ٹکڑوں کی امداد اس سے آزادی و حریت کے قیمتی اور اعلیٰ اوصاف چھین کر غلامانہ ذہنیت اور غلامانہ اوصاف پیدا کر دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ افق ترقی پر آفتاب بن کر ابھرنے والی قوموں سے اس کا نام اس طرح غائب ہو جاتا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور اخلاق و تعلیم صنعت و تجارت، اقتصادیات و معاشیات اور تہذیب و ثقافت کے میدان میں غلامی کی زنجیروں سے جکڑ کر اس طرح بے دست و پا بنا دیا جاتی ہے کہ ہر میدان میں اس کے لئے ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے بظاہر آزادی اور حقیقت میں غلامی یا نیم آزادی اور نیم غلامی پر صبر و قناعت کرنے پر مجبور رہتی ہے۔

پس سرمایہ دار ملک معمولی سی امداد کے عوض اندرون ملک دخیل ہو کر غریب و پسماندہ قوم کی ملکی و قومی پالیسیوں اور صلاحیتوں کو اس طرح خرید لیتا ہے کہ ان کی اندرون ملک کوئی پالیسی اپنے آقا کی مرضی کے بغیر نہیں چل سکتی۔ حضرت سفیان ثوری رحؒ سے صاحب مشکوٰۃ روایت نقل کرتے ہیں

"گذشتہ زمانہ (دورِ صحابہ) میں مال ناپسند کیا جاتا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں (یعنی حضرت سفیان ثوریؒ کا زمانہ) وہ مؤمن کی ڈھال ہے، اور فرمایا کہ اگر یہ دنانیر نہ ہوتے (یعنی اقتصادی حالت مضبوط نہ ہوتی) تو یہ بادشاہ ہمیں ذلیل کرتے نیز جس شخص کے ہاتھ میں کچھ مال ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اس مال کو (کاروبار میں لگا کر) بڑھائے کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر اس شخص کو حاجت پڑی (تو حاجت روائی کے لئے) وہ سب سے پہلے اپنے دین کو چھوڑے گا (اور ملکی پالیسی کا چھوڑنا تو اس سے بھی سہل امر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۳/۲)

۳- ہر امداد دینے والا ملک امداد پانے والے ملک کے اندر معمولی امداد کے پردے میں اپنے بڑے بڑے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک اس کے مفادات محفوظ رہیں اور ملکی پالیسی اس کے حق میں رہے تو وہ اس امداد کے ڈونگرے برساتا رہتا ہے لیکن جونہی ملکی پالیسی بدلی اور اس کے مفادات متاثر ہوئے فوراً امداد بند کر دیتا ہے یا مفادات کے خلاف پالیسی وضع کرنے والے کو ہی نیست و نابود کر کے اپنے مفادات کو دوام بخشتا ہے۔

۴- جو سرمایہ دار ملک کسی غریب ملک کو امداد دیتا ہے وہ حقیقت میں سودی قرضہ ہوتا ہے جس کو سوچی سمجھی سازش کے تحت غیر ملکی امداد کا نام دیا جاتا ہے اور اس امداد (قرض) کی

واپسی ادائیگی کی صورت میں اس پر لاگو کیا ہوا متعینہ سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان قوم کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ ایک ہی وجہ اس کے عدم جواز کے لئے کافی ہے کہ سود کا لینا اور دینا اسلام میں دونوں حرام ہیں۔

۵۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات ایسی ہے جس کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں عزت ہے! اس کے علاوہ غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں ذلت، رسوائی اور روسیاہی۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی عادت ڈال لی وہ دنیا و آخرت میں بامراد اور باعزت اور جس نے غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی عادت بنالی وہ دنیا و آخرت میں بے مراد، بے عزت اور ذلیل و خوار! اس لئے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ، مانگنے کے لئے اور مخلوقِ خدا کے سامنے ہاتھ بڑھاؤ دینے کے لئے کہ خدا سے مانگنے میں بھی عزت اور مخلوقِ خدا کو دینے میں بھی عزت! بھیک مانگنے والا بلاشبہ اپنی مجبوری میں کتنا ہی سچا ہو لوگ اس کی مجبوری کو نہیں دیکھتے وہ اس کی پیشانی پڑھتے ہیں اور جو دست دراز ہوا ہے اس کو دیکھتے ہیں کہ آیا یہ دست، دستِ دریوزہ گری ہے یا دست گیری۔ جب پتہ چلتا ہے کہ یہ دستِ سوال ہے جو بھیک مانگ رہا ہے بس ان کی آن میں رعب اور دھاک، عزت و اعزاز اور وقار و احترام ختم! آبرو خاک میں مل جاتی ہے حالانکہ قرآن زوردار انداز میں ہمیں یہ سبق سکھاتا ہے۔

"تم جس قدر بھی ہمت کر سکتے ہو کفار کے مقابلے کے لئے ایسی قوت تیار کرو کہ تم اس کے ذریعہ دشمنِ خدا کو دھمکا سکو (حتیٰ کہ وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو جائے)۔"

پھر یہ ذلت اس سرمایہ دار ملک تک محدود رہتی تو ایک درجہ میں بات ٹھیک تھی لیکن آج پوری دنیا ایک گھر اور ایک کنبہ ہے اس لئے جو ایک ملک میں ذلیل ہوتا ہے اس کی ذلت کا ہر جگہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ ملک ملک میں چرچا ہوتا ہے۔ اور گھر گھر میں تذکرہ اور یوں پوری دنیا میں وہ ذلیل اور بدنام ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ حالت بہرطور افسوسناک ہے لیکن اگر یہ رسوائی کسی کافر قوم کے ہاتھوں مسلمان قوم کی ہو تو اور بھی زیادہ افسوسناک اور قابلِ حزن و ملال ہے اور ملتِ اسلامیہ کے فرزانوں کی اسلامی و ملی غیرت کے لئے چیلنج ہے۔

اس لئے جب تک انسدادِ گرانی کی مندرجہ بالا تدابیر میں سے کسی تدبیر پر بھی عمل ممکن ہو اس وقت تک غیر ملکی امداد کی بھیک مانگنے کے لئے غیروں کے سامنے دامن پھیلانا اسلام کے اقتصادی نظام اور انسدادِ گرانی کے پروگرام کے سراسر خلاف ہے۔

ذخیرہ اندوزی:

اگر اجناس کی پیداوار کثیر ہو لیکن تجار لوگ ذخیرہ اندوزی کے ذریعے مصنوعی قلت پیدا کر کے عوام پر مہنگائی اور گرانی مسلط کر دیں تو اس سلسلہ میں اسلام کی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:-

ا۔ پہلے حاکم ذخیرہ اندوزی کرنے والے تاجر کو نوٹس جاری کرے اور زبانی تنبیہ کرے اس کو اپنی ضرورت سے زائد مال کے فروخت کرنے کا حکم دے اور آئندہ ذخیرہ اندوزی کر کے عوام کو تکلیف پہنچانے سے روک دے۔

ب۔ اگر اس پر زبانی تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہو، وہ برابر اسی طرح ذخیرہ اندوزی کرتا رہے تو دوبارہ شکایت موصول ہونے پر حاکم اس پر جبر و تشدد کرے اس کو قید کرے اور اس کو ذخیرہ اندوزی سے روکنے کے لئے جو مناسب سمجھے تعزیر کرے اور سزا دے حتیٰ کہ اگر اس سلسلہ میں سنگین سے سنگین سزائیں بھی دینا پڑیں تو گریز نہ کرے۔

ج۔ اگر ذخیرہ اندوزی کا انسداد ہو جائے اور بازار میں اشیاء کی یافت عام ہو لیکن دکاندار باہمی معاہدہ سے نرخ گرا کر دیں یا خیانت، مکر و فریب، دھوکہ بازی اور کذب بیانی کو اختیار کریں اور صداقت و دیانتداری کو شعار نہ بنائیں تو ایسی حالت میں مذکورہ بالا شرائط کے تحت حاکمِ وقت قیمتوں میں تعدی کو روکنے کے لئے نرخ مقرر کر سکتا ہے۔

د۔ اور اگر حکومت کی طرف سے بار بار کی تنبیہ، دار و گیر اور پوری سعی و کوشش کے باوصف لوگ ذخیرہ اندوزی سے باز نہ آئیں، یا ذخیرہ اندوزی ترک کر دیں لیکن دھوکہ دہی اور خیانت کو ترک نہ کریں اور حکومت کی طرف سے مقررہ قیمت پر بھی فروخت نہ کریں تو ایسے سنگین حالات میں "مفادِ عامہ" کے اصول کے تحت حکومت کو اختیار ہے کہ وہ تجارتی مراکز کو اپنی تحویل میں لے کر سرکاری ملازموں کے ذریعے ضروریاتِ زندگی کو عام و سہل کرنے کا ایسا نظم قائم کرے جس کے مطابق ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ مطلوبہ ضروری اشیاء حاصل کر سکے۔ اس کے ثبوت کے لئے ہدایہ کی تصریحات ملاحظہ کیجئے۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:-

"جب قاضی کو احتکار کی شکایت موصول ہو تو محتکر کو حکم دے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل کی روزی سے زائد چیز کو فروخت کرے اور اس کو آئندہ احتکار سے روک دے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ شکایت موصول ہو تو قاضی اس کو قید کرے اور اس کو باز رکھنے کے لئے اور لوگوں سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے جو مناسب خیال کرے تعزیر کرے (اس کے بعد) پھر اگر اربابِ طعام شاہ زوری کریں اور اصل قیمت پر ناقابلِ برداشت تعدی کریں ...... تو نرخ مقرر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ...... اور کیا قاضی ذخیرہ اندوز کے طعام

کو (اپنی تحویل میں لے کر) اس کی رضامندی کے بغیر (بذریعہ ملازمین) خود بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فروخت کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فروخت نہیں کر سکتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بالاتفاق قاضی خود بیچ سکتا ہے کیونکہ ضرر عام کے دفع کرنے کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی تصرف سے روک دینا جائز ہے۔"

(ہدایہ ص ۱۴۷، ۲۲ ج ۴)

اسراف و تبذیر

تبذیر کا مطلب ہے بے محل خرچ کرنا اور اسراف سے مراد یہ ہے کہ گو مصرف صحیح ہو مگر اس پر ضرورت سے زائد خرچ کرنا۔ قرآن کریم میں ان دونوں سے بڑے مؤثر انداز میں منع کیا گیا ہے۔

"اور ہرگز بے محل خرچ نہ کرو کیونکہ بے محل خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"کھاؤ اور پیؤ اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے"۔

اسراف و تبذیر کا معاشی بے چینی اور معاشی بحران پیدا کرنے میں بڑی حد تک دخل ہے۔ یہ ایک ایسا مسلّم شدہ امر ہے کہ خود اسراف و تبذیر کرنے والے بھی اس کی مضرت کا اعتراف کرتے ہیں اس لئے بے محل خرچ کرنا اور فضول خرچی کرنا دونوں ہر ایک کے نزدیک قبیح قابل نفرت اور ممنوع ہیں۔ قرآن کریم اپنے پیروکاروں کو ان دونوں چیزوں کی وجہ سے معاشی تباہی اور بربادی پر تنبیہ کرتا ہوا کہتا ہے

"اور اتنا زیادہ ہاتھ نہ کھلا کر کہ پھر غمزدہ اور افسردہ ہو کر بیٹھ رہے۔"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخراجات میں اعتدال اور میانہ روی کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

اَلْاِقْتِصَادُ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ

(اخراجات میں) اعتدال نصف معیشت ہے۔

لیکن اقتصاد (اعتدال) اور اسراف و تبذیر کے کیا حدود ہیں؟ اس کے لئے ذیل میں اشیاء مطلوبہ کی تقسیم انسان کی درجۂ ضرورت میں درجہ بندی کی جاتی ہے جس سے انفرادی یا قومی سطح پر خرچ ہونے والی دولت کے متعلق ہر ایک آسانی کے ساتھ فیصلہ کر سکے گا کہ آیا دولت کے خرچ کرنے میں اعتدال ہے یا اسراف و تبذیر! نیز اس سے ہمارے ملک میں پائے جانے والی معاشی بے چینی اور معیشی ابتری کے عوامل و اسباب کے سمجھنے اور ان کے دور کرنے میں بڑی حد تک مدد مل سکے گی۔ جو اشیاء انسان کی مادی خواہشات کی تکمیل میں مطلوب ہیں، فقہاء کرام نے ان کی تین قسمیں کی ہیں:۔

۱۔ ضروریات
۲۔ آسائشات
۳۔ تعیشات

ضروریات! سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر انسان کی کارکردگی اور عملی جد و جہد موقوف ہو یعنی جن کے بغیر انسان کی عملی زندگی کا عمل رک جائے اور جاری نہ رہ سکے۔ یہ مطلب نہیں کہ زندہ ہی نہ رہ سکے۔ مثلاً غذائی ضرورت یہ ہے کہ اتنی غذا میسر ہو جس سے اس کی بدنی قوت بحال رہے تاکہ وہ اپنے عمل و کار زندگی کو جاری رکھ سکے! اور لباس کی ضرورت کی حد یہ ہے کہ ایسا لباس ہو گرمی، سردی کی مہلک شدت سے بچا سکے اور رہائش کے لئے اتنی سی جگہ جہاں وہ اپنے اہل و عیال، سامان زندگی اور اپنی زندگی کا تحفظ کر سکے۔

آسائشات:۔ ان اشیاء کو کہتے ہیں جو انسان کی زندگی کو سہل اور آسان بنا دیں مثلاً آدمی جوار کی روٹی کھا کر ٹاٹ کا لباس پہن کر کسی تنگ مکان یا خیمہ میں بھی زندہ رہ سکتا ہے لیکن یہ معیشت تکلیف دہ اور سخت مشکل ہے اگر اسے گندم کی روٹی اور گوشت کھانے کے لئے، سوتی و اونی کپڑا پہننے کے لئے میسر ہو تو اس کی زندگی خوشگوار ہو گی۔ پس اس مثال میں ثانی الذکر اشیاء آسائشات ہیں۔

تعیشات! وہ اشیاء ہیں کہ جن کا شمار نہ ضروریات میں ہوتا ہے نہ آسائشات میں۔ بقاء عمل اور بقاء حیات یا سہولت حیات میں انہیں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ نہ ان کے موجود ہونے سے سہولت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ معدوم ہونے سے کمی! صرف ان میں انسان کے ذوق کی تسکین اور خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے اور بس۔ جیسے پان، سگریٹ، ریڈیو وغیرہ۔ انسان کے اختلاف طبائع اور طبعی محبوبیت کی وجہ سے بعض اوقات تعیشات اور آسائشات بھی ضروریات کے مماثل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اگر سگریٹ کا ترک یا تنگ مکان کی رہائش صحت کے لئے مضرت رساں ثابت ہو تو یہ آسائشیں و تعیش کی چیزیں بعینہٖ ضروریات میں داخل ہو جائیں گی۔ ان کے حصول میں فطرتی ترتیب اور بنیادی اصول یہ ہے کہ اولیت ضروریات کو حاصل ہے۔ سب سے پہلے انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں میں ضروریات کے حصول میں کوشش کی جاتی ہے یعنی غذا، لباس مکان۔ علاج، تعلیم یہ ایسی ضرورتیں ہیں جو بلا استثناء ہر فرد کے لئے میسر ہونی چاہیئے ان میں کسی تفاوت اور فرق کی گنجائش نہیں۔ ان کے بعد آسائشات کا درجہ ہے۔ اسلامی نظام کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے ربط رکھنے والے ہر فرد کو ضروریات کیساتھ زندگی کی سہولیات بھی حاصل ہوں۔ اس کی زندگی صرف ادائے ذریعہ نہ ہو بلکہ پرسکون اور اطمینان بخش ہو۔ وہ آرام طلب و آرام پرست تو نہ بنے لیکن راحت و آرام کی زندگی گزارے، اور اللہ کا شکر ادا کرے۔ آسائشات کے بعد تیسرا درجہ تعیشات کا ہے۔ ذوق بخشنے والے خدا نے تسکین و ذوق کا سامان بھی پیدا کیا ہے اور وہ تکمیل ذوق کی اجازت بھی

اگر اس کی طلب میں کد و کاوش، تکلیف اور اس میں اپنی تمام تر قوتوں کو کھپا دینے کی ہمت شکنی کرتا ہے پس اعتدال یہ ہے کہ ملک و منزل اور جماعت و افراد کے معاشی نظام میں دولت کے خرچ کرنے میں اسی ترتیب کا لحاظ رکھ کر اتنی ہی دولت خرچ کی جائے کہ جس سے مطلوبہ شئے حاصل ہو جائے اور پیش آمدہ حاجت رفع ہو جائے۔ پہلی ضرورت و حاجت کے ہوتے ہوئے اس میں مصروف دولت کو بعد والی حاجت میں صرف کرنا اور بے اندازہ صرف کرنا اسراف و تبذیر ہے اور پہلی ضرورت و حاجت کو پورا کر کے اس سے زائد دولت کو بعد والی حاجت میں بقدر ضرورت صرف کرنا اعتدال ہے۔ حاجات کی اس فطری تقسیم و ترتیب کے اعتبار سے پاکستان کی موجودہ معاشی حالت میں سامان آسائش و تعیش، اسراف و تبذیر ہے کیونکہ ابھی تو ہماری ملکی، قومی اور انفرادی و اجتماعی ضروریات و حاجات ہی پوری نہیں تو آسائشات و تعیشات کی کہاں گنجائش!

غلط منصوبہ بندی:

حکومت پر کفالت عامہ کی وجہ سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عوام کی ضروریات زندگی معلوم کر کے ان کو تمام ضروریات مہیا کرنے کے لیے اجتماعی معاشی منصوبہ بندی کی بنیاد پر ایسا معاشی نظام قائم کرے کہ قوم کا کوئی فرد بھی اپنی ضرورتوں سے محروم نہ رہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے حکومت کو چار امور سرانجام دینے ہوں گے:۔

۱۔ مردم شماری یعنی اپنی رعایا کے سب افراد کے مع مختصر کوائف اعداد و شمار حاصل کرنا۔

۲۔ ان کی انفرادی و اجتماعی ضروریات معلوم کر کے افراد کے حساب سے ہر سامانِ ضرورت کی مقدار کا صحیح اندازہ کرنا۔

۳۔ اس مطلوبہ مقدار میں ضروریات پیدا کرنے والے پیداواری وسائل و ذرائع کی دریافت کرنا۔

۴۔ پیداوار حاصل کرنے کے بعد اس کو صحیح طور پر تقسیم کر کے ہر فرد کو حصہ رسدی پہنچانے کا نظم قائم کرنا۔

اہل حکومت اور اہل دولت

کی فرض ناشناسی:

اہل حکومت اور اہل دولت کی فرض ناشناسی اور ناعاقبت اندیشی بھی گرانی کا موجب بن جاتی ہے کیونکہ اہل مال کے مال میں مستحقین کے بھی حقوق ہوتے ہیں جو صرف عشر و زکوٰۃ تک محدود نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت سے حقوق ہیں جن کے ادا کرنے پر شریعت نے ترغیب و ترہیب کے رنگ میں بہت زور دیا ہے۔ اگر اہل دولت خود ادا کریں یا اہل حکومت ان سے جبراً ادا کرا کر کمزور افراد کے حقوق کا تحفظ کریں تو معاشی بے چینی و ناہمواری ہرگز راہ نہ پا سکے گی۔ ہاں جب اہل ثروت اور اہل حکومت دونوں فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کا جوہر کھو بیٹھیں یعنی امراء میں ادائے حقوق کا جذبہ مفقود ہو اور حکومت کے اہلکاروں میں تحفظ حقوق اور حق رسی کا ولولہ معدوم ہو تو اس سے ایسا معاشی بحران پیدا ہوتا ہے جو عقدہ لاینحل بن کر رہ جاتا ہے کیونکہ جب اس درد کا درماں اور مسیحا خود ہی سبب درد بن گیا تو علاج کون کرے؟ اس لئے خلافت اسلامیہ کے قلمرو اور صاحب اقتدار کے لیے ضروری ہے کہ وہ ارباب دولت اور اپنے ماتحت ارباب حکومت پر نگران مقرر کرے جو اس بات کا پتہ رکھیں کہ آیا یہ اپنے فرض ادا کر رہے ہیں یا اقتدار و دولت کی ظالمانہ ملی بھگت کے ذریعہ غریبوں اور مظلوموں کے حقوق کا استحصال کر رہے ہیں۔ جو سرکاری افسر اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا دیکھا جائے اس کو تنبیہ کی جائے اور بایں وصف ذمہ داری کا احساس نہ کرنے کی صورت میں اس کو نااہل قرار دے کر اس عہدہ سے محروم کر دیا جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا دیانتدار افسر مقرر کیا جائے جو دیانتداری کے ساتھ اپنی قوت و اختیارات کو استعمال کر کے اہل حقوق کے حقوق لوٹائے اور اگر کوئی صاحب مال اپنی دولت و جائیداد کے بل بوتہ پر اتنی قوت بنا لے کہ کوئی افسر اس پر گرفت نہ کر سکے، اور اگر کوئی افسر یہ جرأت کرے تو اس کے لیے مشکلات پیدا کر دیتا ہو اور اسے پریشان کرتا ہو تو عدل و انصاف کے راستہ میں ایسی رکاوٹ بننے والی دولت بحق سرکار ضبط کر کے شر و فساد کے منبع و سرچشمہ "اس قوت" کو ختم یا کمزور کر دیا جائے تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پے در پے پورے ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تحریر و تقریر اور تمام ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات و رسائل میں اخروی ترغیب و ترہیب اور پند و نصائح کے ذریعہ دولتمندوں اور حکومت کے ذمہ دار لوگوں میں احساس ذمہ داری اور فرض شناسی کا جذبہ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے تاکہ "قانونی گرفت اور آخرت کا فکر" ان میں فکری انقلاب بپا کر کے ادائے فرض میں ایک سرگرم سپاہی کی طرح ان کو عمل کوش بنا دے۔"

(ختم شد)

قاضی محمود الحسن ایم اے

کیا۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت ایک غیر مسلم کی شہادت سے مجروح کی جا سکتی ہے۔ ایسا کرنے والے کیا چاہتے ہیں؟

نوائے وقت مورخہ ۲۳ جون میں عبداللطیف سیٹھی صاحب نے ایم۔ او متھائی کے حوالے سے نئے انکشافات کے زیر عنوان ایک مضمون سپرد قلم کیا جس میں مولانا ابوالکلام آزاد پر خوب کیچڑ اچھالا اور جی بھر کر دل کی بھڑاس نکالی۔ مضمون کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ مضمون نے ایک خاص مشن کے تحت کانگریس کے حوالہ سے علماء حق کی کردار کشی کا پروگرام مرتب کیا ہے۔

سیٹھی صاحب نے تمہید میں ہی کانگریس کے ہم خیال علماء کو اپنی نشتر زنی کا نشانہ بنایا حالانکہ سیٹھی صاحب کے اس مضمون کو اگر غیر جانبدارانہ ذہن سے دیکھا جائے تو یہ صرف تضادات کا مجموعہ اور تضحیک کا نمونہ ہے۔ سیٹھی صاحب ایک طرف تو متھائی کو ایک غیر جانبدار اور غیر متعصب مورخ کا لقب دیتے ہیں تو دوسری طرف اسی سانس میں اسے پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار بھی فرماتے ہیں۔

"دیباچہ میں متھائی لکھتا ہے کہ جب اس نے کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ وقت کی تمام صداقتوں کو اپنے اصلی رنگ و روپ میں پیش کرے گا اور ذاتی تعلقات اور کسی قسم کی جذباتیت کو اصل حقائق کے آڑے نہ آنے دیگا، کیونکہ اس کا یہ مشن ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کے لئے ایک خالص سرمایہ اور سچا مواد بہم پہنچایا جائے جو اس قدر معتبر ہو کہ اسے تاریخ کا ایک ماخذ اور شاہد سمجھا جائے۔"

آگے چل کر اس "معتبر ماخذ" کے متعلق سیٹھی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی وہ اظہارِ خیال میں غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرتا ہے اگرچہ پاکستان کے بارے میں راقم الحروف کا خیال ہے کہ اسے غلط فہمیاں ہیں۔"

گویا کہ سیٹھی صاحب نے اس "تاریخی صداقت" کا غلط فہمی پر مبنی ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ حیرت ہے کہ جس کتاب کے تازہ انکشافات کو ایک طویل دل آزار تمہید سے سجایا گیا ہے خود صاحبِ مضمون اس کے بارے میں عدم اعتماد کا شکار ہے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ آگے چل کر وہ متھائی کے متعلق یوں رقم طراز ہیں :۔

"مؤرخ کا کام یہ ہے کہ انصاف سے کام لے اور محض سکینڈل پھیلانے کے لئے قلم نہ اٹھائے۔"

کیا سکینڈل پھیلانا تاریخی حقائق اور معتبر مواد کہلا سکتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

صاحب مضمون نے مولانا آزاد کے متعلق یہ افسانہ طرازی کرکے خود ایک سکینڈل پھیلانے کی کوشش کیوں کی ہے؟ آخر انہوں نے کونسی تاریخی صداقتوں کو اجاگر کیا ہے جبکہ متھائی کی کتاب کے کئی مندرجات کو وہ خود خلاف واقع تسلیم کرتے ہیں بلکہ لارڈ ویول کے واقعہ کے سلسلہ میں متھائی کو مولانا آزادؒ کا سخت مخالف قرار دیتے ہیں۔

ایک مخالف کی تحریروں کو غیر جانبداری کا حامل کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ سیٹھی صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہندو کبھی کسی صورت میں کسی مسلمان کو اچھا نہیں سمجھ سکتا تو پھر جواہر لال نہرو کے سیکریٹری کی کتاب کو کیوں صحیفۂ آسمانی سمجھ کر مولانا آزادؒ کے خلاف اس قدر طومار باندھا جاتا ہے ———؟

سیٹھی صاحب نے ایک عالم باعمل اور بین الاقوامی سیاسی بصیرت کی حامل شخصیت کے خلاف محض سیاسی اختلاف کی بنا پر جس طرح حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مولانا آزادؒ کی تحریروں میں شامل چند اشعار کو مولانا کی مے نوشی کی سند کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ایک معمولی ادبی ذوق رکھنے والا شخص بھی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اشعار کا انتخاب کسی کے ذاتی کردار کا ہرگز آئینہ دار نہیں ہو سکتا۔ کیا علامہ اقبال کے وہ چند اشعار جن میں بتکدوں اور مندروں کی تعریف کی گئی ہے کوئی شخص پیش کرکے علامہ اقبال کے عقائد کو غلط رنگ دینے کی کوشش کرے تو سیٹھی صاحب اپنے فارمولے کے مطابق اسے بلا چون و چرا تسلیم کرلیں گے۔ ایک غیر مسلم کے متعلق کمزور رائے رکھنے کے باوجود مولانا آزاد کے متعلق متھائی کی تحریر کو اس قدر اہمیت دینا خود حیران کن ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ انگریزی غلامی سے ہمارے تعلیم یافتہ طبقے نے اسقدر اثر قبول کیا کہ اس نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک منفرد قوم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ طبقہ مغربی تہذیب و تمدن سے اسقدر مرعوب ہؤا کہ اس کے اکثر افراد نے مغربی کلچر کی تقلید کو ہی نجات کا ذریعہ سمجھ لیا۔ چونکہ تحریک آزادی میں علماء اسلام خصوصاً علماء دیوبند کا ایک ناقابل تردید درخشاں کردار موجود تھا۔ انگریز مسلمانوں کو جذبہ جہاد پر ابھارنے والے عوامل یعنی قرآن اور علماء کے احترام کے خلاف مہم چلا کر ان کے جنونِ آزادی کو ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔ قرآن کی غلط تاویلات کے لئے اس نے علماء سوء کو پیدا کیا اور علماء حق کے خلاف مختلف قسم کے فتوے جاری کرائے۔ کہیں تحریک آزادی کے متوالوں کو وہابی کے لقب سے پکارا گیا تو کہیں انہیں ہندو کا غلام کہہ کر عامۃ الناس کو ان سے متنفر کیا گیا۔ اس طرح انگریز نے علماء کو بدنام کر کے مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کی کسی حد تک کامیاب کوشش کی۔ چونکہ مغربی تعلیم یافتہ طبقہ انگریز کو ایک مثالی قوم سمجھتا تھا بلکہ اب بھی اکثریت اسی غلط فہمی کا شکار ہے، اس لئے انگریز نے علماء کی تضحیک و تذلیل کے سلسلہ میں اس طبقہ سے خوب کام لیا۔ دینی علوم کو دقیانوسی، جامد، تنگ نظر اور ناقابل عمل قرار دے کر قوم کو دینی تعلیم و اقدار سے برگشتہ کرنے کی زوردار مہم چلائی جو آج بھی مختلف انداز سے جاری ہے۔

بدقسمتی سے مسلم لیگ میں معدودے چند مخلص لیڈروں کے سوا اکثریت اسی قسم کے ذہن کی حامل تھی۔ اس لئے آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد آج تک مسلم لیگ کے اسی ذہن نے ہمیشہ علماء دین کی تضحیک و تذلیل کو اپنا مطمع نظر ٹھہرا لیا۔ انہی لوگوں نے پاکستان میں نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر چلانے کے سلسلے میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں۔ یہی لوگ آج بھی انگریزی زبان اور تمدن کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔

جب کبھی اس طبقہ کے افراد کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس ملک میں صحیح اسلامی نظام رائج ہونے کے امکانات روشن ہو رہے ہیں ان کے دلوں کا روگ جاگ اٹھتا ہے اور یہ مختلف محاذوں سے علماء پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنے ایک مقالہ میں فرمایا کہ اسلام کی تشریح و تعبیر میں علماء کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ حیرت ہے کہ ہر شعبۂ حیات میں اُس شعبہ سے متعلق ماہرین ہی کو اتھارٹی سمجھنا عین عقل کے مطابق ہو لیکن جب اسلام کے قوانین اور نظام شرعی کی بات ہو تو یہ مغربی تمدن کے تنگ نظر پیروکار اسلام کے سب سے بڑے مجتہد ہونے کے دعویدار بن کر علماء دین کو اپنے قیمتی پند و نصائح سے نوازنے لگ جاتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں نے اسلام کی تعلیمات کو کس قدر مظلوم سمجھ لیا ہے کہ جس ایرے غیرے نتھو خیرے کا جب جی چاہے اسلام اور اس کے اصولوں پر مشق ناز کرتا پھرے۔

اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ صحیح اسلامی نظام سے بری طرح خائف ہیں کیونکہ گذشتہ تیس سال تک جس طرح انہوں نے اسلام کا نام لے کر لادینیت، فحاشی، عریانی، بے حیائی، اور الحاد کو فروغ دینے کا فرض انجام دیا ہے اور اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کے خلاف سرگرم عمل رہ کر گزارا ہے بھلا اب کیونکر صحیح اسلامی نظام کو گوارا کر سکتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ ان لوگوں میں اخلاقی جرأت کا فقدان ہے۔ قوم کے سامنے دل کی بیماری ظاہر کرنے سے گھبراتے ہیں براہ راست اسلام کی مخالفت کرنے کی بجائے علماء پر سب و شتم کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ کہیں ملائیت کی پھبتی کسی جاتی ہے تو کبھی ملاازم کو کوسا جاتا ہے۔ کہیں علماء کے اسلام کو ملک بدر کرنے کا پروگرام بنایا جاتا ہے تو کہیں علماء دین کو فساد کی جڑ کہا جاتا ہے۔ پاکستان کی تیس سالہ تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ اس مغرب زدہ نام نہاد محب وطن طبقہ نے مختلف عنوانات کے تحت ہمیشہ علماء حق کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

اس پردہ زنگاری کے پیچھے الحاد اور لادینیت کا ایک بین الاقوامی مشن سرگرم عمل ہے جو اس طبقہ سے بھرپور کام لے رہا ہے۔

علماء دیوبند سے گذشتہ سیاسی اختلاف اپنی جگہ بجا لیکن پاک و ہند میں علماء دیوبند کی دینی و ملی خدمات اور قربانیاں ایک درخشاں باب ہے جسکو کوئی سپرہ چشم تاریکی کہہ کر اب مسلمانوں کو مزید تاریخ میں بے وقوف نہیں بنا سکتا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا سید احمد بریلوی شہیدؒ وغیرہ حضرات نے اپنی بے مثال جدوجہد اور قربانیوں سے پاک و ہند کی تاریخ حریت میں جو روشن باب لکھے ہیں ان پر آج کا کوئی مغرب زدہ لاکھ نکتہ چینی یا گھٹیا تنقید و تنقیص کے تیر چلائے وہ ایک سعی لاحاصل کے سوا کچھ نہیں۔

گذشتہ تیس سالہ دور میں پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" کے نعرہ پر خون کی ندیاں عبور کرنے والے مسلمانوں نے ان ماڈرن خود ساختہ محب وطن لوگوں کے خبث باطن کو خوب پرکھ لیا ہے اور گذشتہ سال کی نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اب قوم ان گرگان آز سے تنگ آچکی ہے اور اب اس نے علماء دین کے جھنڈے تلے جمع ہو کر ان سے اپنی توقعات وابستہ کر دی ہیں۔

ملک کی ۹ سرکردہ جماعتوں نے ملکر ایک بے دین غاصب آمر سے نجات حاصل کرنے کے لئے شانہ بشانہ جدوجہد کی۔ گذشتہ تحریک میں علماء حق کے بطل جلیل مولانا مفتی محمود صاحب کا بے مثال روشن اور بے باک کردار ہر ایک کے سامنے ہے۔ موجودہ صورتحال کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب پرانے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلم لیگی حضرات اور اس کے حامی اخبارات علماء کا مقام عوام الناس کی نظروں میں بلند کرنے کی کوشش کرتے اور اسلامی نظام کے نفاذ میں علماء کی پوری پوری حوصلہ افزائی کرتے تاکہ خدا کرے ایک طویل مایوس کن دور کے بعد پاکستانی قوم اس خطۂ پاک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح نافذ کر کے دنیا کے سامنے

بقیہ ص ۱۸ پر

شہناز پرویز لاہور



ثانی اثنین

اسلام کا دَور اوّلین نہایت ہی پرآشوب اور صبر آزما تھا۔ مشرکین مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فدا کاروں کو اسقدر تکلیفیں پہنچائیں کہ ان تکلیفوں کا تصور بھی انسان کے جسم پر لرزہ طاری کر دیتا ہے، لیکن سلام کے ان جانثاروں کو تعلیمات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو نشہ چڑھ چکا تھا اسے جسمانی اذیتوں اور گوناگوں تکلیفوں سے نہیں اتارا جا سکتا تھا۔

اسلام کے ابتدائی دَور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محب و محبوب حضرت ابوبکر صدیق نے جس پامردی، استقامت اور اولوالعزمی کا ثبوت بہم پہنچایا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ہمیشہ اس کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ فخر دو عالم اور ان کے پیرد کاروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ جب بھی کوئی ایسا موقع آتا آپ فوراً مدد کو پہنچتے خواہ خود ہی کفار مکہ کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کرنی پڑتیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے واحد و قہار کی توحید بیان فرما رہے تھے کہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پل پڑے اور آپ صلعم کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو خطرات کے حوالے کرتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا "کمبختوں! تم اس لئے انہیں مار دینا چاہتے ہو کہ یہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں۔"

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ دشمن اسلام عقبہ بن ابی معیط اس طرف آنکلا اس نے اپنی چادر روح دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال کر بل دیئے اور گھسیٹنا چاہا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رض آگئے تو عقبہ کو کاندھوں سے ہٹایا اور دھکا دے کر کہا۔ "کیا تم اس لئے انہیں مار دینا چاہتے ہو کہ یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔"

الغرض کوئی موقعہ ایسا ہو گا جہاں حضرت ابوبکر رض نے اپنے آقا کی رفاقت کا حق ادا نہ کیا ہو، حتیٰ کہ ہجرت ایسے نازک موقع پر بھی حضرت ابوبکر رض ہی کو آپ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ شاید خدا نے اس کا صلہ دیا ہے کہ آج بھی حضرت ابوبکر رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں آرام فرما رہے ہیں۔

غلاموں کو آزاد کرنا:

حضرت بلال رض کے مقام اور مرتبے سے کون ناواقف ہے۔ اسلام میں آنے کے بعد مصائب و آلام کی جس بھٹی سے انہیں گذرنا پڑا وہ تاریخ کے اوراق کا حصہ ہیں۔ حضرت بلال رض حبشہ کے رہنے والے اور سردار مکہ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ مشرف بہ اسلام ہونے کی پاداش میں امیہ آپ کو طرح طرح کی جسمانی اذیتیں دیتا تھا۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جب عرب کی سرزمین تپ کر توا بن جاتی امیہ حضرت بلال رض کو برہنہ جسم زمین پر لٹا دیتا اور بھاری بھرکم چٹان آپ کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اسلام سے تائب ہو جاؤ ورنہ یونہی تڑپ تڑپ کر مر جاؤ گے مگر حضرت بلال رض اس کے جواب میں خدا کی وحدانیت کا اظہار کرتے اور امیہ کی پیشکش کو استحقار سے ٹھکرا دیتے۔

حضرت ابوبکر رض نے حضرت بلال رض کو اس حالت میں دیکھا تو آپ سے نہ رہا گیا۔ آپ نے حضرت بلال رض کو امیہ سے خرید کر فوراً آزاد کر دیا اور اس طرح سے اس مؤذن اسلام اور خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دردناک قسم کے مصائب سے نجات پائی۔

حضرت ابوفکیہ رض پر بھی طرح طرح کے ظلم کئے جاتے تھے۔ یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے اور حضرت بلال رض کی طرح اسلام کے ابتدائی دَور میں ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے۔ صفوان انہیں سلام سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا رہا جب یہ نہ مانے تو انہیں بھی تپتی ریت پر لٹا کر پتھر سینے پر رکھ دیئے جاتے اور گھسیٹا جاتا۔ ایک مرتبہ صفوان نے اس بری طرح مارا کہ بے ہوش ہو گئے۔ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کا ادھر سے گذر ہوا۔ بے ساختہ آپ کا جی امڈ آیا۔ آپ نے حضرت ابوفکیہ رض کو صفوان بن امیہ سے خرید کر اسی وقت آزاد کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رض کے گھرانے کی باندیاں:

حضرت لبینہ رض حضرت عمر فاروق رض کے گھرانے کی باندی تھیں۔ حضرت عمر رض ابھی اسلام نہیں

نہیں لاتے تھے کہ حضرت لبینہؓ مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ حضرت عمرؓ کی سخت گیری مشہور ہے۔ آپ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں حضرت لبینہؓ کو اس قدر مارتے کہ جب مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ میں ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔ لیکن اتنی مار کھانے کے باوجود حضرت لبینہؓ استقلال اور جرأت سے کہتیں اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو اللہ اس کا بدلہ ضرور دے گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بھی خرید کر آزاد کیا اور ان مظالم سے نجات دلائی جو ان پر توڑے جا رہے تھے۔

حضرت زنیرہؓ بھی حضرت عمرؓ کے گھرانے کی باندی تھیں۔ یہ بھی شروع ہی میں اسلام لے آئی تھیں اور حضرت عمرؓ انہیں بھی خود اسلام قبول کرنے سے قبل مارا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اتنا مارا کہ ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ انہیں آزاد کرانے کا شرف بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کو حاصل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اپنے حسن اخلاق کی بدولت بے حد ہر دلعزیز تھے اور ہر مسلمان آپ سے محبت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ روحانی طاقت بھی عطا کی تھی۔ ایمان صادق نے آپ کے اندر بے نظیر جرأت اور بے مثال عزیمت پیدا کر دی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کی طرح آپؓ کی وفات بھی بے غرضی اور بے نفسی کی ایک مثالی شان رکھتی ہے۔ جب آپ کے مرض الموت کی ابتدا ہوئی تو آپ جان گئے کہ وصال قریب ہے اور وہ بہت جلد اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والے ہیں لہذا آپ کو سب سے پہلے یہ فکر لاحق ہوئی کہ میرے بعد کون ایسا شخص ہے جو مسلمانوں کا خیال رکھے آپ نے غور و فکر اور احباب حل و عقد سے مشورے کے بعد حضرت عمرؓ کی امارت کا اعلان کر دیا جس پر مملکت اسلامیہ کے تمام افراد نے آمنا و صدقنا کہا اور نظام خلافت کا تسلسل برقرار رہا۔

جب آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب میرا بالکل آخری وقت ہے تو آپ نے اپنے عزیز و اقربا کو جمع کر کے ہدایت فرمائی کہ میں نے دوران خلافت بیت المال سے جو رقم وصول کی ہے اسے واپس کر دیا جائے اور مجھے انہیں کپڑوں میں کفنایا جائے جو بالعموم پہنتا ہوں۔ کیونکہ نئے کپڑوں کا زیادہ حقدار زندہ شخص ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی وفات ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو پیر کے روز سورج غروب ہونے کے بعد ہوئی اور اسی رات آپ کو دفن کر دیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

آپ کی وفات کے بعد مدینہ تھرا اٹھا اور لوگوں پر کرب اور اضطراب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور حضرت عمرؓ کو اس صدمے کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔ حضرت عمرؓ آپ کو صدیق کہا کرتے تھے اور جب وفات کے بعد وہ حجرے میں داخل ہوئے تو صرف اتنا کہہ سکے کہ

"اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
آپ کی وفات نے قوم کو سخت
مصیبت اور مشکلات میں مبتلا
کر دیا ہے ہم تو آپ کی گرد کو بھی
نہیں پہنچ سکتے۔"

حضرت صدیق (ابوبکرؓ) کی عظمت کلیتہً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی رہین منت ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن ابوبکرؓ سے میرا تعلق ہمنشیں اخوت اور ایمان کا ہے یہاں تک کہ اللہ ہمیں اپنے پاس اکٹھا کرے۔

بقیہ: مولانا ابوالکلام آزادؒ

خلفاء راشدین کے دور کا نمونہ پیش کر سکے لیکن انتہائی افسوس ہے اس گھٹیا ذہنیت پر جو آج بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر الحاد پرستی اور لادینیت کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے علماء دین کو تحقیر و تضحیک کا نشانہ بنانے میں لگی ہوئی ہے اور لوگوں میں ذہنی انتشار اور دین حقہ کے متعلق بدگمانی فضا پیدا کرنے میں کوشاں ہے۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے سیاسی اختلاف کی بنا پر بلاشبہ قیام پاکستان سے پہلے اس کی مخالفت کی لیکن اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ پاکستان کے معرض وجود میں آ جانے کے بعد ان حضرات نے ہمیشہ پاکستان کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دعا کی۔

آج ان علماء حق کو محض گذشتہ سیاسی اختلاف کی وجہ سے گردن زدنی قرار دیا جا رہا ہے تو کیا قوم آپ سے پوچھ سکتی ہے کہ آپ نے اسلام کے مقدس نام پر یہ ملک حاصل کرنے کے بعد اس قوم کو کون سا نظریہ حیات دیا اور خود کیا شاندار نمونہ پیش کیا۔ آپ لوگوں نے قوم کو کونسی صراط مستقیم دکھائی۔ نہایت دکھ ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس بے مثال جرأت کی حامل قوم کو ذہنی انتشار میں بہکا دیا۔ مذہب سے نفرت اور حیوانیت کا نمونہ بنا کر رکھ دیا۔

جن لوگوں کی اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ مغربی تہذیب کی بدبو سے متعفن ہے وہ کس منہ سے علماء کرام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ میں "نوائے وقت" کے مجید نظامی سے پرزور الفاظ میں گذارش کرتا ہوں کہ چونکہ آپ کا روزنامہ کو قوم کے ایک بے باک ترجمان اور نظریہ پاکستان کے مبلغ کی حیثیت سے پڑھا جاتا ہے خدارا اب حالات کو دیکھئے اور اپنے پرانے تنگ خول سے نکل کر نظام اسلام کے نفاذ میں ہاتھ بٹائیے۔ آخر علماء اسلام پر طعن و تشنیع سے لبریز اس قسم کے مضامین کو اہمیت دے کر آپ بالواسطہ کس مشن کی تکمیل کی راہ ہموار کر رہے ہیں سوچئے یہ اسلام اور ملک کی خدمت کہلا سکتی ہے ہرگز نہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

شہر شہر سے — ترتیب قمر ہاشمی



دینی مدارس اسلام کی بنیادی خدمت سرانجام دے رہے ہیں

مولانا محمد سرفراز خان

گکھڑ: نامہ نگار۔ ممتاز عالم دین اور جمعیۃ علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان نے کہا ہے کہ دینی مدارس اس وقت ملک میں اسلام کی بنیادی اور مؤثر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ دینی مدارس کے استحکام اور ترقی کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ آپ گذشتہ روز مدرسہ تجوید القرآن گکھڑ کے شعبہ تجوید (قاری کلاس) کی سالانہ تقریب دستار بندی کے موقع پر ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔

آپ نے کہا اسلامی مدارس نے انتہائی نامساعد حالات میں قرآن کریم اور اسلامی علوم کو محفوظ رکھا ہے اور آج بھی وہ اس محاذ پر مؤثر جدوجہد کر رہے ہیں۔

آپ نے قاری کلاس سے امسال فارغ ہونے والے مندرجہ ذیل پانچ قراء کی دستار بندی فرمائی:۔

۱۔ قاری فیض الدین ولد محمد یسین کشگرام تحصیل بٹگرام، ہزارہ

۲۔ قاری محمد یسین ولد محمد یعقوب تھب تحصیل باغ، آزاد کشمیر

۳۔ قاری محمد جاوید ولد غلام رسول کوٹ نورا، گکھڑ

۴۔ قاری محمد امین ولد جعفر خان موضع گوجرہ، تحصیل ڈسکہ

۵۔ قاری محمد صدیق ولد شمس الدین کوٹ پنڈی داس، ضلع شیخوپورہ

اس سے قبل مدرسہ تجوید القرآن کے صدر مدرس مولانا قاری عبد الحلیم نے شرکاء مجلس کو بتایا کہ قاری کلاس سے اب تک سوا سو (۱۲۵) کے قریب قاری فارغ ہو چکے ہیں جو مختلف مقامات پر قرآن کریم کی خدمت کر رہے ہیں۔

فارغ ہونے والے قراء نے بعد میں اپنے اساتذہ، احباب اور معززین شہر کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی جس میں شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان، مولانا زاہد الراشدی، حافظ بشیر احمد چیمہ، صوفی نذیر احمد، ملک محمد اقبال اور دیگر حضرات نے بھی شرکت کی۔

ہوٹلوں میں رقص و سرود

کراچی (پ ر) جمعیۃ علماء اسلام لیاری کے رہنما امیر زادہ خان سواتی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ملک ہوٹل نزد قدیمہ مسجد، ناظم آباد ۳، صوفی ہوٹل نیپئر روڈ اور لیاری اور بھیم پورہ کے متعدد ہوٹلوں میں کھلے عام لڑکوں، ہیجڑوں اور بعض جگہوں پر طوائفوں کا رقص برابر ہو رہا ہے۔ علاقہ پولیس کو بار بار توجہ دلانے پر بھی اس کا تدارک نہیں کیا گیا بلکہ یہ حیا سوز کاروبار روز افزوں ترقی پر ہے۔ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون سی سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ فی الفور اس حیا سوز گھناؤنے کاروبار کو ختم فرماویں۔

قائد جمعیۃ کی صحت یابی کے لئے دعا کی اپیل

ہنگو: حافظ فخر الاسلام کاکاخیل امیر جمعیۃ علماء اسلام تحصیل ہنگو اور صدر سنی کونسل صوبہ سرحد نے آج ایک بیان میں مولانا مفتی محمود صاحب کی صحت یابی کے لئے دعا کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ مفتی صاحب کو صحت عطا فرمائے۔ انہوں نے مولانا مفتی صاحب کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ مولانا مفتی محمود نے جتنی قربانی کی ہے میں انکا شکر گزار ہوں۔ آخر میں دار العلوم کے اور طلباء سے کہا کہ وہ مولانا مفتی محمود کی صحت یابی کیلئے دعا کریں۔

ہمارا ملک مصائب و مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ مولانا محمد اجمل

جھنگ: جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا قاری اجمل خان نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ سبزی منڈی جھنگ کے سالانہ جلسہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ آپؐ کی سیرت قرآن حکیم کی تفصیل و تشریح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآن پاک کا عملی نمونہ تھی۔ اس کتاب مقدس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عمل کر کے نہ دکھایا اور سمجھایا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں کھانے پینے کی سنت جلد دکھائی دے اور دین کو غالب کرنے کے لئے حق کی راہ میں جہاد کرنے اور دانت شہید کرانے والی سنت کا پتہ نہ چلے کیونکہ اس سنت پر عمل درآمد ذرا مشکل ہے۔

آج ہم اور ہمارا ملک مصائب و مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ ترقی و خوشحالی کی راہ سجھائی نہیں دیتی۔ ایسے وقت اگر ہم تاریخ اسلام سے سبق سیکھیں کہ اسلام سے قبل صحابہ کرام کی حالت کیا تھی، ان کی عزت و مقام و مرتبہ کیا تھا اور جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنایا تو وہ قوم جو جہالت کی آخری حد تک پہنچ چکی تھی معمولی معمولی بات پر قتل و غارت گری شروع کر دیا کرتی تھی۔ جانوروں کو پانی پلانے پر جھگڑا فساد شروع ہو جاتا تھا۔ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، جب اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے تو پوری دنیائے انسانیت کے لئے روشنی وہ ہدایت کا مینار ثابت ہوئے۔ ابوبکرؓ منہ سے صدیق ہوئے۔ عمرؓ سے فاروق اعظمؓ، عثمانؓ سے ذو النورین اور علیؓ سے اسد اللہ الغالب بنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہی کا کرشمہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ایسے حاکم تھے کہ عدل و انصاف و رعایا اور انسانیت کی خدمت و خوشحالی میں پوری دنیا ان کا ثانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ نے کہا کہ ہماری زندگیاں اسلام کو اس ملک میں نافذ کرنے کے لئے وقف ہیں اور جب تک حضور علیہ السلام کا لایا ہوا ضابطہ حیات مکمل طور پر جاری و ساری نہیں ہوتا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے اور اسی کام میں ہماری اور ہمارے ملک کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔

چوہدری محمد عقیل ضیاء

چندہ کی اپیل

اوچ ضلع دیر میں ایک عظیم الشان جامع مسجد زیر سرپرستی قاضی عبدالحلیم تعمیر ہو رہی ہے اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ترسیل زر کا پتہ

مولانا قاضی عبدالحلیم جامع مسجد اوچ
ضلع دیر

لاڑکانہ میں جلسہ:

گذشتہ دنوں لاڑکانہ میں شب معراج کے موقعہ پر جیلانی مسجد شاہی بازار لاڑکانہ میں معراج النبیؐ کے سلسلہ میں ایک شاندار جلسہ عام ہوا۔ جلسہ میں علماء کرام نے شان رسول معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہؓ پر مفصل روشنی ڈالی۔ عوام نے عہد کیا کہ ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

جلسہ سے مولانا غلام سرور صاحب، صدر پاکستان قومی اتحاد لاڑکانہ شہر، مولانا اللہ بخش صاحب عباسی رابطہ سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ فخر القراء قاری امیر الدین انور صاحب صدر مدرس مدرسہ اشاعت القرآن لاڑکانہ اور ممتاز طالب علم راہنما اور چانڈکا میڈیکل کالج لاڑکانہ کی یونین کے جوائنٹ سیکرٹری جناب خالد محمود سومرو ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام لاڑکانہ نے خطاب کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد صدیق بلوچ ناظم مدرسہ اشاعت القرآن لاڑکانہ نے انجام دیئے۔ جلسہ میں علماء، طلباء اور معززین شہر نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ جلسہ کے اختتام پر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی صحت کے لئے خصوصی دعا مانگی گئی۔

وفات حسرت آیات:

جھنگ: جمعیۃ علماء اسلام ضلع جھنگ کے سیکرٹری نشر و اشاعت چوہدری محمد عقیل ضیاء، جمعیۃ کے ممتاز رہنما میاں مہدی حیاتؒ چیلہ میاں سلطان محمود چیلہ، جمعیۃ دا صو آستانہ کے جنرل سیکرٹری حافظ نور احمد اور قومی اتحاد کے سیکرٹری عصمت اللہ نیازی نے مہر محمد اسلم سرگانہ، رکن مرکزی مجلس شوریٰ جمعیۃ علماء اسلام کی اچانک وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کی دینی و ملی و ملکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

دعائے صحت (لاڑکانہ)

ممتاز عالم دین مولانا علی محمد حقانی سرپرست جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ مولانا غلام سرور صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام تحصیل لاڑکانہ مولانا اللہ بخش عباسی رابطہ سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ جناب قاری امیر الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ اشاعت القرآن لاڑکانہ اور جناب لالہ عبدالرحیم جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام لاڑکانہ شہر نے مجاہد اسلام فخر ملت قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ صدر پاکستان قومی اتحاد کی علالت پر اظہار تشویش کیا ہے اور تمام مسلمانوں کو عموماً اور پاکستان قومی اتحاد اور جمعیۃ علماء اسلام کے اراکین سے خصوصاً حضرت مفتی صاحب کی صحت کے لئے دعا کی اپیل کی ہے۔ جمعیۃ کے ان راہنماؤں کی اپیل پر مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن دردائی روڈ

خواجہ مسجد مچھلی مارکیٹ اور جیلانی مسجد شاہی بازار لاڑکانہ میں بھی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی صحت کے لئے دعائیں کی گئیں۔

دعائے صحت کی اپیل:

حیدرآباد۔ گذشتہ روز ایک خصوصی اجلاس میں انجمن اشاعت الاسلام حیدرآباد کے سب اراکین اور متعلقین نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

پیر طریقت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب سے ملاقات:

گذشتہ روز جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یارخان کا چار رکنی وفد جس کی قیادت جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یارخان کے ناظم مولانا قاری حماد اللہ شفیق مولانا شبیر احمد عثمانی آفس سیکرٹری جمعیۃ رحیم یارخان حافظ غلام محمد سیکرٹری اطلاعات جمعیۃ رحیم یارخاں، مولانا عبدالصبور خان ڈاہر جو کہ ایک ہفتہ کے دورے پر مری بن آئے ہوئے مختلف مقامات پر تبلیغی اجتماعات سے خطاب کریں گے۔ گھوڑا گلی۔ صدیق چوک مری لنگر کسی نتھیا گلی اور مری کی مختلف مساجد میں خطاب کریں گے۔

واضح رہے مولانا سیف اللہ کی معیت میں پیر طریقت حضرت مولانا غلام حبیب صاحب سے ملاقات کی اور ملکی ملی مسائل پر گفتگو کی۔ اور حضرت صاحب موصوف نے فرمایا کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جمعیۃ نے جو قربانیاں دی ہیں وہ تاریخ میں بے مثال ہیں اور جمعیۃ علماء اسلام کے کارنامے ایک تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت صاحب موصوف نے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی صحت اور جمعیۃ علماء اسلام کی کامیابی کے لیئے دعا خصوصی فرمائی۔ حضرت صاحب سے شرف زیارت کے وقت بزرگان دین کا تذکرہ ہوا۔ حضرت امروٹی مرحوم اور حضرت دین پوری مرحوم اور حضرت بوزی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ سے مجلس گرم رہی۔

لودھراں جمعیۃ کا غیر رسمی اجلاس

جمعیت علماء اسلام تحصیل لودھراں کا ایک غیر رسمی اجلاس علاقہ جلہ ارائیاں تحصیل لودھراں میں منعقد ہوا جس کی صدارت امیر جمعیت علماء اسلام تحصیل لودھراں حضرت مولانا اللہ بخش صاحب مدظلہ فاضل دارالعلوم دیوبند نے کی۔ اجلاس میں کھروڑ پکا، لودھراں۔ دنیاپور جلہ ارائیاں کے اراکین شوریٰ نے شرکت کی۔ اجلاس میں سرکار حضرات نے اپنے اپنے علاقوں کے مسائل پر روشنی ڈالی اور اس بات پر زور دیا کہ عوام کے مسائل حل کرانے کے لیئے ہماری جماعت کو دلچسپی لینی چاہیئے اور عوام کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم رکھنا چاہیئے۔ تحصیل لودھراں میں ہماری جماعت الحمدللہ اکابرین کی دعاؤں اور ان کی قربانیوں کی بدولت شہری اور دیہی آبادیوں تک پھیلی ہوئی ہے مگر ہم جماعتی لحاظ سے لوگوں کے مسائل حل کرانے میں بہت کم دلچسپی لیتے ہیں گو انفرادی لحاظ سے ہم سب اپنے طور پر کام کرتے اور کراتے ہیں لیکن اس کا کریڈٹ جماعت کو نہیں جاتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے ان خطوط پر کام کرنے کے بارے میں کبھی سوچا تک نہیں۔ اگر کسی نے کبھی سوچا بھی تو وہ اس نہج پر کام کرنے میں زیادہ دیر تک تاب نہ لا سکا۔ آج کے اجلاس میں ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے ہم نے کس طرح عوام سے رابطہ رکھنا ہے اور ان کے مسائل کو کس طرح حل کرانے میں ان کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ چنانچہ اجلاس نے کافی بحث و تمحیص کے بعد ہر شہر و علاقہ کے لئے رابطہ کمیٹیاں تشکیل دیں جو اپنے اپنے علاقوں کے مسائل حل کرانے میں عوام الناس کے ساتھ تعاون کریں گی اور پھر یہ کمیٹیاں ایک تحصیل کی سطح پر کمیٹی کی صورت اختیار کر جائیں گی اور اپنی رپورٹیں تحصیل کی کمیٹی کو پیش کریں گی اور تحصیل کی کمیٹی کا ایک چیئرمین مقرر کیا جائے گا جو مختلف علاقوں کی کمیٹیوں کا مشترکہ اجلاس بلائے گا اور اس کی روشنی میں کام کو آگے بڑھانے کے لیے سوچ و فکر کیا جائے گا اور اگر کچھ مسائل ایسے ہوں جو مقامی طور پر حل نہ ہو سکے ہوں تو ان کو تحصیل کی رابطہ کمیٹی ضلعی حکام سے رابطہ قائم کر کے حل کرانے کی کوشش کریگی۔

رابطہ کمیٹیاں:

کھروڑ پکا:۔

۱۔ حاجی ملک محمد حسین صاحب رڈ
۲۔ مولانا حافظ عبدالمجید صاحب شاکر
۳۔ قاری عبدالرحمن قریشی ایڈوکیٹ
۴۔ محمد شریف نعمانی

لودھراں:

۱۔ ملک فیض اللہ صاحب
۲۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب
۳۔ حافظ واحد بخش صاحب
۴۔ مولوی مشتاق احمد صاحب

دنیاپور

۱۔ چوہدری عنایت علی صاحب
۲۔ مولانا رحیم بخش صاحب
۳۔ چوہدری محمد عاشق صاحب
۴۔ محمد اصغر صاحب

جلہ ارائیاں:

۱۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب
۲۔ جناب میاں رفیق احمد صاحب
۳۔ حضرت مولانا اللہ بخش صاحب
۴۔ جناب میاں منظور احمد صاحب

ان کے رابطہ کمیٹیوں کا چیئرمین حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب، فاضل دارالعلوم دیوبند کو مقرر کیا گیا اور عوام سے کہا گیا کہ اپنے اپنے علاقوں کی رابطہ کمیٹیوں سے رابطہ رکھیں۔

قراردادیں:۔

اجلاس کے آخر میں چند قراردادیں منظور

کی گئیں جو حسب ذیل ہیں:-

۱۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے جلد از جلد اقدامات کئے جائیں۔

۲۔ ریڈیو۔ ٹی وی پر فحش پروگرام فوراً بند کر کے تعمیری و اصلاحی پروگرام پیش کئے جائیں

۳۔ گھی سیمنٹ وغیرہ کی قیمتیں کم کی جائیں اور اضافہ واپس لیا جائے۔

۴۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ علاقہ حلہ ارائیاں کو بجلی فراہم کی جائے اور پختہ سڑک تعمیر کرائی جائے۔ اور اسی طرح مڈل سکول کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے۔ اجلاس میں کہا گیا کہ حلہ ارائیاں تحصیل لودھراں کا اہم زرعی علاقہ ہے مگر ان بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ فوری طور پر ان مسائل کے حل کی طرف توجہ دے تا کہ یہاں کے عوام ان بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ رہیں۔

ششک ختم کیا جائے:

جمعیۃ علماءِ اسلام اور پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے سیکرٹری اطلاعات حافظ حسین احمد نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ بعض نام نہاد سردار اب بھی خضدار ڈویژن وغیرہ میں غریب کسانوں سے سرداری ٹیکس یعنی ششک وصول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہاں کی فضا میں کشیدگی پیدا ہو رہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ بھٹو نے اپنے دور میں اپنے مخصوص مفادات کے حصول کی خاطر ششک ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ مگر یہ اعلان نیک نیتی پر مبنی نہ تھا۔ کیونکہ جو سردار پیپلز پارٹی میں شامل تھے یا حامی تھے ان کو تو اس حد تک کھلی چھوٹ دی گئی تھی کہ انہوں نے بعض کسانوں سے ان کی مملوکہ اراضی تک چھین لیں۔ جب غریب کسانوں نے فریاد کی تو انتظامیہ نے ان سرداروں کا ساتھ دیا۔ البتہ جو سردار پیپلز پارٹی کے مخالف تھے ان کے لئے یہ قانون تھا۔ چونکہ بلوچستان میں اکثر اراضی پر اس قسم کے تنازعات ہو چکے ہیں خصوصاً خضدار ڈویژن اور پٹ فیڈر کے علاقہ میں کئی ناخوشگوار واقعات پیش آئے جس میں جانی اور مالی نقصان بھی ہوا اب نئی فصل کی تیاری اور بٹائی پر یہ تنازعہ پھر سر اٹھانے لگا۔ چونکہ سرداری ٹیکس کے خاتمے کے قانون پر صحیح طور پر عمل نہ ہو سکا اور نہ اس کی صحیح تشریح پر عمل کیا گیا اس لئے اس حکم کی آڑ میں بعض کسانوں کی مملوکہ اراضی پر قبضہ کیا گیا۔ اور بعض ایسے یتیم بچے یا معذور افراد جو کہ اپنی اراضی خود کاشت نہیں کر سکتے تھے اور اراضی کو اجارہ پر دی تھی اور بزرگوں سے چھٹا حصہ لیتے تھے ان کو بھی اس قانون کی آڑ میں اراضی سے ہی جواب دیا گیا۔

حافظ حسین احمد نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے اپیل کی ہے کہ ششک کے بارے میں واضح پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ اور اراضی کی ملکیت کے بارے میں منصفانہ فیصلے کئے جائیں کیونکہ غریب کسان جو کہ ناخواندہ اور شہر سے دور رہتے ہیں ان کے ساتھ سیٹلمنٹ کے عملہ کا رویہ ٹھیک نہیں ہے اور وہ مشکل میں پڑ گئے ہیں۔

دفتر کا معائنہ:

نواب شاہ۔ جمعیت علماءِ اسلام صوبہ سندھ کے ناظم مولانا عبدالرزاق عزیز نے ضلع نوابشاہ کا دورہ کیا اور دفتر جمعیۃ علمائے اسلام ضلع نوابشاہ میں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر قیام کے بعد مولانا نے دفتری حساب کتاب۔ حزو رتمند دل کی درخواستوں کی فائل، دفتری ڈائری کا معائنہ کیا۔

پورا ریکارڈ دیکھنے کے بعد مولانا نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کیونکہ جمعیت علماءِ اسلام ضلع نوابشاہ نے سماجی کاموں (سرگرمیوں) کا بڑی تیزی سے آغاز کیا ہے اور کام بڑی خوبی کے ساتھ ہو رہا ہے۔

"آہ! عبدالرزاق مرحوم"

خانسپور۔ ایوبیہ: عبدالرزاق مرحوم کو کون نہیں جانتا۔ کنہار کا یہ مرد مجاہد خانس پور کا باشندہ تھا اور جمعیت کا نڈر سپاہی بہت کم ہی عرصے میں دنیا میں چھا گیا۔ راقم ان کو بہت قریبی اچھی طرح جانتا تھا۔ ان دنوں وہ اپنے بیوی بچوں کی کفالت کے لئے ابوظہبی مقیم تھے۔ وہاں انہوں نے حج بھی کیا۔ ابھی اگلے ماہ ان کی پاکستان اپنے بچوں کے پاس آمد تھی۔ ۲۰ جون کی سہ پہر کو اچانک فون کی گھنٹی بجی اور سب کے سانس رک گئے۔ ایک صدا بازگشت ہونے لگی کہ عبدالرزاق انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے گھر میں صف ماتم بچھ گیا۔ آج جمعیت ایک بے لوث حب الوطن کارکن سے محروم ہو گئی تھی۔ مرحوم کی زندگی اہل علاقہ کے لئے ایک مثال سے کم نہ تھی جو علاقہ کے لوگ کبھی فراموش نہ کر سکیں۔ یہ سیریال فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی اور لواحقین کے علاوہ چار بچیاں ایک دو سال کا بچہ چھوڑا ہے۔ اللہ رب العزت مرحوم کو ایصال ثواب دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

صحت یابی:

ملتان کی: مجلس تحفظ حقوق اہل سنت آل پاکستان کے صدر مولانا عبدالشکور دین پوری جو عرصہ اڑھائی ماہ سے سینی ٹوریم ہسپتال کوئٹہ میں زیر علاج تھے، ۱۰ جولائی کو فارغ ہو رہے ہیں۔ مولانا کوئٹہ سے سیدھے اپنے آبائی شہر خانپور تشریف لائیں گے جہاں وہ ۱۵ جولائی تک قیام کریں گے۔ مولانا ۱۶ جولائی کو خانپور سے سیدھے ملتان تشریف لائیں گے اور اپنے مرکزی دفتر کا معائنہ کریں گے اور تبلیغی پروگرام مرتب کریں گے۔

مراسلہ نگار توجہ فرماویں

ایڈیٹر کے نام مراسلات کے صفحہ پر صرف وہی مراسلات شائع کئے جاتے ہیں جو مختصر صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھے گئے ہوں۔

نظامِ شریعت کے مکمل نفاذ تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے (حضرت درخواستی مدظلہ العالی)

گذشتہ روز امیر مرکزیہ شیخ الحدیث و القرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ مدرسہ احسن المدارس کے سالانہ تبلیغی جلسہ کے سلسلہ میں خانیوال تشریف لائے۔ اس موقع پر جمعیۃ طلباءِ اسلام کے جیالے کارکنوں نے حضرت درخواستی کا شایانِ شان استقبال کیا۔ دفتر جمعیۃ طلباءِ اسلام خانیوال میں طلباء کے ایک کثیر اجتماع سے حضرت درخواستی مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کفن باندھ کر میدان میں نکلے ہوئے ہیں اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اس ملک میں نظام شریعت کا مکمل نفاذ نہیں ہو جاتا۔ آپ نے طلباء کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ اس فتنہ و فساد کے زمانے میں علماء حق کی قیادت میں اسلامی انقلاب کے لئے سرگرداں ہیں۔ آپ نے کہا کہ جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھی میری اولادِ روحانی ہیں۔ میں کسی صورت میں بھی ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے طلباء کو اسلامی طرزِ زندگی اپنانے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ طلباء کو چاہیئے کہ اسلامی نظام کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ تاکہ یہ ملک اسلام کے نور سے جلد منور ہو سکے۔

پشاور یونیورسٹی (اگریکلچر کالج) میں جمعیۃ کے یونٹ کا قیام:

گذشتہ روز پشاور یونیورسٹی اگریکلچر کالج میں ایک اجلاس زیرِ صدارت جناب عبدالوہاب صدر جمعیۃ طلباء اسلام پشاور یونیورسٹی منعقد ہوا جس میں اگریکلچر کالج کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور بعد میں متفقہ طور پر درج ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر : صدیق محمد خٹک
نائب صدر : لطیف جان
ناظم عمومی : عبدالرفیع
" مالیات : ہدایت الرحمن حسرت

شمولیت: (خضدار)

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام خضدار (بلوچستان) کے اجلاس میں درج ذیل طلباء راہنماؤں نے بی۔ ایس۔ او سے مستعفی ہو کر جمعیۃ میں باقاعدہ شمولیت کا اظہار کیا:

۱۔ عرض محمد بلوچ
۲۔ مصطفیٰ بلوچ
۳۔ محمد انور بلوچ
۴۔ عبدالکریم بلوچ
۵۔ خالد محمود بلوچ

کنوینر جمعیۃ طلباءِ اسلام خضدار جناب عبداللہ آزاد بلوچ نے شمولیت اختیار کرنے والوں کو مبارکباد پیش کی ہے۔

خان پور:

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام خانپور کے کارکنان کا ایک اجلاس زیرِ صدارت جناب فضل الرحمن صاحب درخواستی منعقد ہوا۔ اجلاس سے محمد عبداللہ صاحب نے تفصیلاً خطاب فرمایا۔ معاونت سازی کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ایک گروپ تشکیل دیا گیا جو درج ذیل طلباء پر مشتمل ہے:۔

۱۔ حافظ ثناء اللہ صاحب
۲۔ محمد طارق صاحب
۳۔ خالد شہزاد صاحب
۴۔ حافظ حضور بخش اور
۵۔ خالد حسین صاحب بھٹی

اظہارِ تشکر

جمعیۃ طلباءِ اسلام ضلع لاڑکانہ کے ناظم عمومی جناب خالد محمود سومرو نے ایک بیان میں کہا ہے کہ چانڈکا میڈیکل کالج لاڑکانہ کی سٹوڈنٹس یونین کے جن دوستوں نے مجھے مبارکباد کے پیغامات بھیجے ہیں، میں ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

منجانب۔ خالد محمود سومرو

اظہارِ تعزیت:

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام سیالکوٹ کے کنوینر جناب محمد اکرم کی دادی اور جمعیۃ علماءِ اسلام کے ممتاز راہنما علامہ منظور احمد سیالکوٹی کی والدہ ماجدہ گذشتہ روز قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ جمعیۃ طلباءِ اسلام کے مرکزی راہنماؤں میاں محمد عارف۔ اجمل قادری۔ عبدالرؤف ربانی اور ظہیر میر نے ایک پیغام میں جناب محمد اکرم سے اظہار تعزیت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات نصیب فرمائے۔

ایڈیٹر کے نام......

قیدیوں کی اصلاح کیلئے جیل میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جائے

مکرمی!

ترجمان اسلام مورخہ ۷ جولائی ۷۸ء کے شمارہ میں حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہٗ کی تجاویز جیل خانوں کی اصلاح کے سلسلہ میں نظر سے گزری۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مولانا مدظلہٗ نے جو تجاویز اپنے تجربہ کی بنا پر پیش کی ہیں وہ اگر عملاً اختیار کی جائیں تو قیدیوں کی اصلاح کا یقینی ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

قیدیوں کی اصلاح کے سلسلہ میں احقر آپ کے جریدہ کی وساطت سے صاحب اختیار متعلقہ حکام سے عرض کرنا چاہتا ہے کہ احقر نے ۱۵-۱۶ سال کی مسلسل کوشش سے ملک میں قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ایک "درس قرآن" مرتب کیا ہے جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے۔ اس درس قرآن کی اشاعت و تبلیغ کے سلسلہ میں احقر نے ایک مطبوعہ گشتی مراسلہ میں قیدیوں کی اصلاح کے لئے حسب ذیل تجویز ماہ دسمبر ۷۷ء میں مشتہر کی تھی:-

"سرکاری جیل خانوں میں "درس قرآن" کا روزانہ قیدیوں کو سنانا رائج کیا جائے۔ میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ قیدیوں کی اصلاح کا یہ سہل ترین مگر نہایت مجرب اور یقینی نسخہ ہے۔ اگر کچھ عرصہ کسی جیل خانہ میں ہر قیدی کو "درس قرآن" سننے کا موقع دیا گیا تو پچاس فی صد انہی جرائم پیشہ سزا یافتہ قیدیوں میں سے تائب ہو کر اپنی زندگی کے رخ بدلنے کا یقینی عزم کر لیں گے اور ان کی آئندہ زندگی سنور جائے گی، اور صالح معاشرہ کے افراد بن جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔"

احقر کی یہ تجویز مولانا موصوف مدظلہٗ کی تجاویز سے بھی مختصر ہے اور اس کو جیل خانوں میں روبہ عمل لانے کے لئے صرف اتنا اہتمام درکار ہے کہ کسی پڑھے لکھے قیدی ہی کے ذریعہ سے روزانہ صرف دس پندرہ منٹ میں ایک درس قرآن تمام قیدیوں کو ایک مقررہ جگہ جمع ہو کر سننے کا حکم رائج کر دیا جائے۔

یہ درس قرآن آسان، سہل اور عام فہم اردو زبان میں ہے اور بفضلہ تعالیٰ قیدیوں کی اصلاح کے لئے نہایت موثر ثابت ہوگا۔ تجربہ شرط ہے۔ ہر صوبہ کے انسپکٹر جنرل صاحب جیل خانہ جات اس تجویز پر غور فرمائیں اور عند اللہ و عند الناس اجر و ثواب اور قوم کی صلاح و فلاح کا ذریعہ بن کر ماجور ہوں۔

محمد احمد، مؤلف درس قرآن و

ناظم ادارہ اشاعت القرآن

۷۴۲-A، بلاک ایچ۔ شمالی ناظم آباد، کراچی ۳۳

شہری کمیٹیاں اور ہیئر ڈریسرز

مکرمی!

ہم نے ایک یادداشت مورخہ ۱۸ جون ۷۸ء چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل محمد ضیاء الحق کو ارسال کی ہے اور اس کی نقول وفاقی سیکرٹری امور داخلہ، چاروں صوبوں کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں، چیف سیکریٹریوں نیز محکمہ ہائے داخلہ و بلدیات کے سیکریٹری صاحبان کو بھی بھیجی گئی ہیں۔

اس اہم عرضداشت کی ایک فوٹو سٹیٹ کاپی جناب کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

ہماری مؤدبانہ درخواست ہے کہ قومی زندگی اور سماجی و اقتصادی امور میں نمایاں کردار ادا کروانے کے لئے ہمیشہ سے نظر انداز کی جانے والی باربر برادری کو بھی ابھارا جائے۔ جمہوری و سرکاری اور شہری اداروں میں اس طبقہ کو بھی موزوں نمائندگی دی جائے اور اس طرح ملک کے پچھڑے ہوئے غریب و پسماندہ لوگوں کو نئی زندگی کا پیغام، مساویانہ مواقع کی خوشخبری، حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی اور شاندار مستقبل کی ضمانت دی جائے۔

یادداشت کی نقل:

حکومت نے قومی، صوبائی، ضلعی، تحصیل شہری اور علاقائی بنیادوں پر شہریوں کی کمیٹیوں میں سماجی و تعلیمی، اقتصادی و انتظامی امور و ذمہ داریوں میں ہر طبقہ و شعبہ سے تعلق رکھنے والے معزز و معتبر اور لائق و قابل شہریوں کو شریک کیا ہے یہ انتہائی دانشمندانہ اقدام ہے۔

لیکن بڑی حیرت و تعجب اور افسوس و تشویش کی بات ہے کہ ملک بھر میں تقرر کی گئی ان سینکڑوں شہری کمیٹیوں میں باربر برادری کا ایک بھی شخص شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ اوّل یہ کہ ہیئر ڈریسر طبقہ میں بھی قابل موزوں اور تعلیم یافتہ و باصلاحیت افراد ہیں لیکن جان بوجھ کر اس اہم و باشعور اور منظم طبقہ کو ناامیدی و گمنامی اور محرومی و احساس کمتری میں ڈبویا گیا ہے۔

دوسرا یہ کہ ملک بھر میں رہنے اور بسنے والی لاکھوں افراد کی باربر برادری میں ایک بھی شخص اس اہم قومی ذمہ داری کا اہل نہیں ہے اگر ایسا ہے تو یہ غریب و مظلوم اور بے آواز و پسماندہ طبقہ حکومت کی سب سے زیادہ توجہ و امداد اور ہمدردی و سرپرستی کا مستحق ہے۔

ہماری مؤدبانہ التجا و گذارش ہے کہ شہری کمیٹیوں میں باربر برادری کے لائق و قابل افراد کو شامل کر کے اس اہم طبقہ کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اسلام سلمانی، بی اے

سیکریٹری جنرل، پاکستان نیشنل ہیئر ڈریسر فیڈریشن

جے۔ ون/۳۲۱، کورنگی ٹاؤن شپ، کراچی ۳۱

یوم صدیق اکبرؓ اور حکومت پاکستان

مکرمی!

۳۰ مئی ۷۸ء یوم وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ پر قوی امید تھی کہ حکومت سرکاری طور پر منانے کا اہتمام کرے گی۔

یہ امید اس لئے بھی زیادہ قوی تھی کہ

کیونکہ موجودہ حکومت کا منشاء اور جذبہ ہی اسلامی نظام پاکستان میں نافذ کرنا ہے اور کیونکہ اسلام دراصل نام ہی دورِ خلفائے راشدین کا ہے اور خلفائے راشدین میں سیدنا ابوبکر صدیق رض اول خلیفہ ہیں۔ اور یہ امید اس لئے بھی قوی تھی کہ پاکستان کی تقریباً تمام اسلامی جماعتوں نے حکومت سے درخواست کی تھی اور بار بار یاددہانی کرائی تھی کہ یوم ابوبکر صدیق رض قریب آرہا ہے۔

ضرورت ہے کہ ارباب اقتدار خواب غفلت سے بیدار ہو کر ان اہم ترین مسائل کی طرف بھی توجہ دیں، بصورت دیگر وہ اسلامی نظام یا نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس ملک میں جاری کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

دانش مذدی عفی عنہ

ناظم ادارہ تعلیمات اسلام۔ کراچی ۲۷

ڈاک کا ناقص انتظام:

مکرمی!

آج کل یہاں ڈاک کے لفافوں اور ٹکٹوں کی بے حد کمی ہے رقیمت سے زائد کے ٹکٹ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ مجبوراً ۲۰ کی بجائے ۳۰ پیسے اور ۶۵ کی بجائے ۸۰ پیسے کا ٹکٹ لگانا پڑتا ہے اور خطوط بھی عموماً دیر سے پہنچتے ہیں بٹگرام سے کراچی تین دن میں خط پہنچا۔

گاڑیوں اور بسوں میں نماز کی پابندی ہونی چاہیئے۔ اکثر اوقات ریل و بس میں مسافر حضرات نماز کی مطلق پابندی نہیں کرتے۔ چند روز پہلے سفر میں ایسا واقعہ گذرا ہے کہ ہم چند آدمیوں نے زبردستی نماز کے لئے گاڑی کھڑی کروائی تو سوائے ہم چار افراد کے اور کسی مسافر نے نماز ادا نہیں کی۔

محمد طیب، مدرسہ تعلیم القرآن

ڈاکخانہ جوز، بٹگرام۔ ہزارہ

نوائے وقت کا غیر صحافتی رویہ:

مکرمی!

آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے میں قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آجکل روزنامہ نوائے وقت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں جو زہر اگل رہا ہے معلوم ہوتا ہے گویا ان کو ازل سے دشمنی چلی آرہی ہو۔ نہ جانے لوگ کیوں مرے ہوؤں کو معاف نہیں کرتے حالانکہ مولانا ابوالکلام آزاد تحریک آزادی کے نامور سپوت تھے جنہوں نے انگریز سامراج کے خلاف زبردست جدوجہد کی۔ ان کا نام رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

نوائے وقت کی گھٹیا پالیسی لاکھوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کر رہی ہے۔ مولانا آزاد ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے علمی و سیاسی کارنامے مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے۔

نوائے وقت جیسے مؤقر اخبار نے مولانا آزاد کی شخصیت پر بے بنیاد اور من گھڑت الزام لگا کر ان کے معتقدین کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ نوائے وقت اپنے گھناؤنے پروپگنڈے سے باز آجائے ورنہ قارئین نوائے وقت اس کے خلاف مہم چلائیں گے۔

خاکپائے اسلاف

صدر تنظیم بزم اسلاف، پنجاب

ترجمان پسند آیا:

مکرمی!

۲۹ رجب (۲۰ جولائی) کا شمارہ پڑھا۔ الحمدللہ تمام مضامین بہتر اور معیاری ہیں۔ خصوصاً حضرت مفتی اعظم کی نظم "تازہ حالات پر" پُر مغز اداریہ، حضرت درخواستی مدظلہ کا خطاب رپورٹنگ، سیاسی افکار، تلخ و شیریں بہت پسند آئے۔

البتہ بعض مقامات پر کچھ ایسے پرچے دیکھنے میں آئے جن کا ٹائٹل بہتر نہیں چھپا تھا امید ہے آپ ادھر ضرور توجہ فرمائیں گے۔ خدا کرے کہ ترجمان اسلام کا معیار مزید بہتر ہو۔

احسان الواحد

گوجرانوالہ شہر

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر

کا حوالہ ضرور دیں۔